بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمود، فاروق، فرزانہ اور
انسپکٹر جمشید کے کارنامے

بلیک گولڈ

اشتیاق احمد

تفریح بھی ، تربیت بھی

اٹلانٹس پبلکیشنز صحت مند، اصلاحی اور دلچسپ کہانیوں اور ناولوں کی کم قیمت اشاعت کے ذریعے ہر عمر کے لوگوں میں مطالعے اور کتب بینی کے فروغ کیلئے کوشاں ہے۔

ناول	بلیک گولڈ
نمبر	715
پبلشر	فاروق احمد
قیمت	29 روپے

آپ ناول کیسے حاصل کرسکتے ہیں؟؟

اٹلانٹس پبلکیشنز کا دوسرا ناول **بلیک گولڈ** آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ پہلا ناول **فائل کا دھماکہ** آپ پڑھ چکے ہوں گے۔ نہیں پڑھا تو آج ہی ہم سے منگوایئے۔ آئندہ ماہ انشاء اللہ تیسرا ناول **ہمشکل سازش** پڑھیں گے۔ صفحات کے اعتبار سے ناول شاید آپ کو کچھ کم ضخامت کا معلوم ہو لیکن غور فرمایئے کہ ہم نے فی صفحہ دو سطروں کا اضافہ کر دیا ہے۔ اس طرح تقریباً 140 صفحات کی کہانی ہم آپ کو 112 صفحات میں فراہم کر رہے ہیں۔ اس لحاظ سے 29 روپے قیمت زیادہ نہیں بلکہ پہلے سے کم ہی قرار پائی۔

اب آیئے کتاب کی دستیابی کی جانب۔ چونکہ یہ ہمارے ارادے کی ابتداء ہے اس لئے ابھی تک کچھ شہروں اور قصبوں میں کتاب کی فراہمی تسلی بخش نہیں ہے۔ اگر آپ کتاب حاصل کرنے میں دشواری محسوس کریں تو براہ راست ہمیں لکھیں یا فون کریں۔ ایک عدد کتاب کی قیمت 29 روپے ہے اگر آپ صرف ایک کاپی منگوانا چاہیں تو 29 روپے میں 11 روپے ڈاک خرچ جمع کر کے مبلغ 40 روپے کا منی آرڈر ارسال کر دیں۔ ناول ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو بذریعہ رجسٹرڈ بک پوسٹ آپ تک پہنچ جائے گا۔

تیسرے ناول ہمشکل سازش کے ساتھ انشاء اللہ انسپکٹر جمشید سیریز کا ایک اور شاہکار ناول ہولناک لمحے بھی شائع کیا جائے گا۔ یعنی اب ہر ماہ دو ناول یعنی ایک نیا ناول اور ایک شاہکار ناول شائع ہوں گے۔ شکریہ۔

اٹلانٹس پبلکیشنز D-83 سائٹ کراچی۔ فون 2581720-2578273
موبائل: 0320-5023398 ای میل: atlantis@cyber.net.pk

احادیث مبارکہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ قیامت کے دن سب سے پہلے ایک ایسے شخص کے خلاف فیصلہ سنایا جائے گا جس نے شہادت پائی ہوگی۔ اُسے خدا کی عدالت میں داخل کیا جائے گا پھر خدا اُسے اپنی سب نعمتیں یاد دلائے گا اور وہ انہیں تسلیم کرے گا۔ خدا پوچھے گا کہ تو نے میری نعمتیں پا کر کیا کام کیے؟ وہ عرض کرے گا میں نے تیری خوشنودی کی خاطر جہاد کیا۔ یہاں تک کہ میں نے اپنی جان دے دی۔ خدا اس سے کہے گا تو نے جھوٹ بولا کہ میری خاطر جہاد کیا۔ تو نے صرف اس لیے جہاد کیا کہ لوگ تجھے بہادر کہیں۔ پس دنیا میں تجھے اس کا صلہ مل گیا۔ پھر حکم ہوگا کہ اس کو منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دو پھر اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ پھر ایک دوسرا شخص خدا کی عدالت میں پیش کیا جائے گا۔ جو عالم دین ہوگا۔ اُسے خدا اپنی نعمتیں یاد دلائے گا اور وہ انہیں تسلیم کرے گا۔ پھر خدا اُس سے کہے گا ان نعمتوں کو پا کر تو نے کیا عمل کیے؟ وہ عرض کرے گا، خدایا! میں نے تیری خاطر تیرا دین سیکھا اور تیری خاطر دوسروں کو تعلیم دی اور تیری خاطر قرآن مجید پڑھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو نے جھوٹ کہا۔ تم نے تو اس لیے علم سیکھا تھا کہ لوگ تمہیں عالم کہیں۔ اور قرآن اس غرض سے پڑھا تھا کہ لوگ تمہیں قرآن کا جاننے والا کہیں سو تمہیں دنیا میں اس کا بدلہ مل گیا۔ پھر حکم ہوگا اس کو چہرے کے بل جہنم میں پھینک دو۔ چنانچہ اسے گھسیٹتے ہوئے لے جا کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ اور تیسرا آدمی وہ ہوگا جس کو اللہ نے دنیا میں خوشحالی بخشی تھی اور ہر قسم کی دولت سے نوازا تھا۔ ایسے شخص کو خدا کے سامنے پیش کیا جائے گا اور وہ اپنی سب نعمتیں بتائے گا اور وہ ساری نعمتوں کا اقرار کرے گا کہ ہاں یہ نعمتیں اُسے دی گئی تھیں۔ پھر اس سے اس کا رب پوچھے گا، میری نعمتوں کو پا کر تو نے کیا کام کیے۔ وہ جواب میں عرض کرے گا۔ جن جن راستوں میں خرچ کرنا تیرے نزدیک پسندیدہ تھا، اُن سب راستوں میں میں نے تیری خوشنودی کے لیے خرچ کیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو نے یہ سارا مال اس لیے لٹایا تھا کہ لوگ تجھے سخی کہیں، سو یہ لقب تجھے دنیا میں مل گیا، پھر حکم ہوگا کہ اس کو چہرے کے بل گھسیٹتے ہوئے لے جاؤ اور آگ میں ڈال دو۔ چنانچہ اُسے لے جا کر آگ میں ڈال دیا جائے گا۔

دو باتیں

السلام علیکم! قاتل کا دھماکہ کے بعد بلیک گولڈ پیش خدمت ہے۔ بلیک گولڈ پڑھ کر آپ چونکے تو ہوں گے، خیال آیا ہوگا بھلا گولڈ بھی کالا ہو سکتا ہے۔ گولڈ کی بات چھوڑیں، یہاں تو دل تک کالے ہوتے ہیں۔ دوسری بات یہ کہ اگر وائٹ گولڈ، یعنی سفید ہو سکتا ہے تو کالا کیوں نہیں ہو سکتا، پھر بھی آپ فکر مند نہ ہوں، میں آپ کو کالا سونا پہننے کی دعوت ہرگز نہیں دوں گا صرف پڑھنے کی دعوت ہے۔

مردوں کو تو یہ دعوت ویسے بھی نہیں دی جا سکتی، سونا پہننا مردوں کے لیے حرام ہے۔ آپ میں سے کچھ کے خدانخواستہ منہ تو نہیں بن گئے کہ یہ کیا بات ہوئی، بات کو کہاں سے کہاں لے گئے بھئی اگر لگے ہاتھوں دین کی بات آپ تک پہنچ جائے تو اس میں برا کیا ہے۔ اکثر مردوں کو دیکھا گیا ہے کہ سونے کی انگوٹھی پہنے پھرتے ہیں، ان سے اگر کہا جائے کہ جناب! سونا پہننا مردوں کے لیے حرام ہے تو فوراً دیتے ہیں جی یہ میری منگنی کی انگوٹھی ہے، گویا منگنی کی انگوٹھی پہننا منع نہیں۔ ہے نا ہنسی کی بات تو ہنس لیجیے، روکا کس نے ہے۔

ویسے بھی اس وقت کا مسئلہ بلیک گولڈ پڑھنے کا ہے، تاہم کسی طرح اس ناول میں اگر آپ کو تیزی محسوس ہو اور آپ کو اپنے ساتھ بہا لے جائے تب بھی آپ خاطر جمع رکھ سکتے ہیں، خود کو یہ کہہ کر اطمینان دلا سکتے ہیں کہ بھئی بلیک گولڈ کے ساتھ ہی بہے جا رہے ہیں نا' کوئی بات نہیں۔

ناول اگر آپ کو اپنی گرفت میں نہ لے سکے اور آپ خود کو اس دھارے میں بہتے محسوس نہ کر سکیں تو خیال کر لیجیے گا، آپ پر موسم اثر انداز ہو رہا ہے۔ اس میں ناول اور ناول لکھنے والے کا کوئی قصور نہیں۔ یہ بات تو بالکل سامنے کی ہے، انسان کا موڈ خوش گوار نہ ہونے سے دنیا کی کوئی چیز اچھی نہیں لگتی چاہے کتنی دل کش ہو۔ یا کتنی مزے کی دار کیوں نہ ہو، اس کا مطلب ہے میں آپ کو مشورہ دے رہا ہوں۔ پہلے موڈ کو خوشگوار بنا لیں تا کہ ناول اچھی طرح آپ کا ساتھ دے اور آپ ناول کا ساتھ دیں۔

ہاں ایک بات تو رہ ہی گئی۔ یہ جو نئے ناول کے ساتھ آپ کو پرانے ناول مل رہے ہیں۔ یہ سلسلہ آپ کو کیسا لگا... بہت سے نئے پڑھنے والوں کو تو یہ حد درجے خوشگوار محسوس ہوگا۔ باقی رہے، پرانے پڑھنے والے، پرانے ناول ان کے بھی کام تو آ ہی سکتے ہیں، آپ کہہ سکتے ہیں کب کام آ سکتے ہیں آخر کیسے کام آ سکتے ہیں، وضاحت کریں تو وضاحت بہت ہی مختصری ہے... اور صرف ایک جملہ لکھ کر وضاحت کا کام پورا کر رہا ہوں۔ ساتھ ہی دو باتیں کا کام سمیٹتا ہوں... وضاحت یہ ہے نیا نو دن، پرانا سو دن۔ اب کہیں آپ مسکرا تو نہیں رہے۔

اشتیاق احمد

وہ دیکھو

"اف مالک! کہیں اچانک سردی تو شروع نہیں ہو گئی۔" فاروق نے چونک کر کہا۔

"کیا مطلب؟" محمود نے اسے گھورا۔

"ابھی ابھی ایک سرد ہوا کا جھونکا میری گردن سے ٹکرایا ہے، جب کہ باغ کی ہوا گرم ہے۔"

"یہ.... ادھر... ہمارے ساتھ والے بنچ پر۔" محمود نے آہستہ آواز میں کہا۔

"کیا ادھر، ہمارے ساتھ والے بنچ پر؟" فاروق نے برا سا منہ بنایا۔

"ادھر ایک صاحب تشریف رکھتے ہیں، بار بار سرد آہیں بھر رہے ہیں۔ اگر ان کا یہی حال رہا، تو مجھے یقین ہے، باغ کی گرم ہوا سرد ہوا سے تبدیل ہو جائے گی۔" محمود مسکرایا۔

اب فاروق نے مڑ کر اس طرف دیکھا، وہ ایک نوجوان آدمی تھا، چہرے سے اس حد تک اداسی ٹپک رہی تھی کہ آج تک انہوں نے کم ہی اتنی اداسی کسی کے چہرے پر دیکھی ہوگی۔ اس کا لباس بھی بہت صاف ستھرا تھا۔ پیروں میں ایک ہلکی سی چپل تھی۔

"حالات کا مارا لگتا ہے، کچھ مدد کر دیتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے، آؤ۔"

دونوں اٹھ کر اس کے پاس جا بیٹھے۔اس نے انھیں حیران ہو کر دیکھا۔

"ہم دراصل آپ کا شکریہ ادا کرنے آئے ہیں۔" فاروق بولا۔محمود نے اسے فوراً گھورا۔

"کیا مطلب؟" اس نے چونک کر کہا۔

"آج کافی گرمی ہے،یہاں تک کہ نیشنل پارک تک کی ہوا گرم ہے،لیکن آپ کی وجہ سے باغ کی ہوا کافی حد تک گرم ہوگئی ہے اور اگر آپ کچھ دیر اور بیٹھے رہے تو موسم کافی تبدیل ہو جائے گا،باغ میں موجود سب لوگ اس تبدیلی کو محسوس کریں گے اور پھر سب کے سب آپ کا شکریہ ادا کرتے نظر آئیں گے۔"

انہوں نے دیکھا،اس کے چہرے پر بے ساختہ مسکراہٹ پھیل گئی،اس کی ہنسی کی آواز بھی انہیں سنائی دی۔

اللہ کا شکر ہے،آپ مسکرائے تو اور ہنسے بھی،ویسے کیا ہم آپ کی کچھ مدد کر سکتے ہیں،آپ کے کسی کام آ سکتے ہیں۔"

"نہیں آ سکتے،میں جانتا ہوں۔"

"جو آپ جانتے ہیں،وہ ذرا ہمیں بھی بتا دیں،ہم آپ کا شکریہ ادا کریں گے۔"

کوئی فائدہ نہیں،میں اپنی کہانی آپ جیسے بہت سے ہمدردوں کو سنا چکا ہوں! کوئی میرے لیے کچھ نہ کر سکا،آپ کیا کر سکیں گے،آپ تو یوں بھی کم عمر ہیں برسر روزگار نہیں ہو سکتے،میرا مطلب یہ ہے کہ آپ خود مختار نہیں ہیں کہ جو جی چاہے کر سکیں،آپ کو تو ہر کام اپنے والدین کی اجازت سے کرنا پڑتا ہوگا۔

میں غلط تو نہیں کہہ رہا۔"

"ہاں!فاروق نے فوراً کہا۔

"آپ کا مطلب ہے میں غلط کہہ رہا ہوں۔"

"ہاں!اس بار محمود بولا۔

"آپ دونوں کچھ عجیب سے ہیں۔" وہ بولا۔

"ہم دونوں کچھ غریب سے بھی ہیں۔"

جی میں سمجھا نہیں۔" اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

"چلیے کوئی بات نہیں،ایسے ہی کام چلا لیں گے۔" فاروق نے کہا۔

"میں اب بھی نہیں سمجھا۔" اسکے لہجے میں اور زیادہ حیرت در آئی۔

"خیر چھوڑیں،کیا کریں گے سمجھ کر،اور یہ بتائیں آپ کا مسئلہ کیا ہے۔"

"مسئلہ حل ہونے والا نہیں ہے،لہذا کیا کریں گے پوچھ کر۔"

"کیا آپ کے خیال میں دنیا میں آپ کا مسئلہ کوئی بھی نہیں حل کر سکتا۔"

"میں یہ تو نہیں کہہ سکتا،لیکن زیادہ امکان اسی بات کا ہے۔"

"پھر بھی کم از کم آپ بتا تو دیں۔"

اچھی بات ہے بتا دیتا ہوں،لیکن اب تک جتنے لوگوں نے مجھ سے پوچھا ہے،ان میں کوئی سے میرے لیے کچھ بھی نہیں کر سکا،اس لیے اب میں مایوس ہو گیا ہوں۔"

"آپ کو معلوم نہیں کیا؟" محمود نے پوچھا۔

کیا معلوم نہیں؟"

"مایوسی گناہ ہے۔"

"ایک مولوی صاحب نے بھی یہ بات کہی تھی،لیکن میں کیا کروں،میرے لیے تو اس دنیا میں سوائے مایوسی کے اور کچھ رہ نہیں گیا۔"

"اب تو ہم آپ کی کہانی سن کر رہیں گے۔"

"میری کہانی یہ ہے کہ میں نہیں جانتا، میں کون ہوں، کیا ہوں۔"

"کک کیا کہہ رہے ہیں بھائی صاحب۔" فاروق نے حیران ہو کر کہا۔

"آج سے ایک سال پہلے میں نے خود کو ایک جنگل میں پڑے پایا تھا، آنکھیں کھلنے پر میں نے خود کو دیکھا، ادھر ادھر دیکھا، میں سوچنے لگا، میں کون ہوں، کہاں ہوں، یہ کون سی جگہ ہے۔ پھر میں نے سڑک پر سے گاڑیاں گزرتے دیکھیں، میں سڑک پر چلا آیا کتنی ہی گاڑیاں گزر گئیں، پھر ایک نیک انسان نے اپنی کار روک کر مجھ سے پوچھا۔

"کہاں جائیں گے، میں لے چلتا ہوں۔"

"مجھے نہیں معلوم... مجھے کہاں جانا ہے، میں اپنے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔"

"کیا مطلب؟" کار والا میری بات سن کر حیران رہ گیا۔ پھر اس نے مجھے کار میں بٹھا لیا اور چل پڑا، میں نے کوئی اعتراض نہ کیا۔ وہ ایک ڈاکٹر ہے، مجھے اپنے گھر لے آیا، اس نے گھر میں بھی ہسپتال کھول رکھا ہے، اس نے مجھے چیک کیا، میرے دماغ کو چیک کیا، پھر اس نے بتایا کہ میرے دماغ پر چوٹ کے اثرات ہیں ان چوٹوں کی وجہ سے میری یادداشت بالکل ختم ہو گئی ہے اور یہ کہ اپنا ماضی بالکل بھول گیا ہوں۔ اب میں انھی ڈاکٹر صاحب کے پاس رہتا ہوں۔ انھوں نے میرا نام رضوان رکھ دیا ہے، کیونکہ مجھے تو اپنا نام تک معلوم نہیں، رہنے کے لیے ایک کوارٹر دے دیا ہے، کھانا وغیرہ بھی وہاں سے مل جاتا ہے اور میں ان کے گھر کے کچھ کام کاج کرا دیتا ہوں، ویسے وہاں ان کے پاس کئی ملازم ہیں، مجھ سے کسی کام کے لیے کہا نہیں جاتا، جو کچھ میں کرتا ہوں اپنی مرضی سے کرتا ہوں۔"

"اور انھوں نے آپ کا علاج شروع کیا۔"

"ہاں! وہ مجھے دوائیں دیتے رہتے ہیں، لیکن اب تک کوئی فرق محسوس نہیں ہوا۔ میری یادداشت بدستور گم ہے، اس کی واپسی کا دور دور تک کوئی امکان نظر نہیں آتا۔"

"اس میں دو تین باتیں بہت عجیب ہیں۔ آپ کو کسی نے تلاش کیوں نہیں کیا، آخر آپ کسی گھر میں تو رہتے تھے، آپ کے ماں باپ ہوں گے، بھائی بہن ہوں گے، دوسرے عزیز رشتے دار ہوں گے آپ کے گم ہونے پر ان لوگوں نے کیوں آپ کو تلاش نہ کیا، آخر آپ اس جنگل میں کیسے پہنچ گئے تھے۔"

"ان تمام سوالات کے میرے پاس کوئی جوابات نہیں ہیں۔ میں مکمل اندھیرے میں ہوں۔"

"اگر آپ چاہتے ہیں، ہم آپ کے لیے کچھ کریں تو اس کے لیے آپ ہمیں ان ڈاکٹر صاحب تک لے چلیں شاید ہمیں ان سے آپ کے بارے میں کچھ معلوم ہو جائے اور ہم ان معلومات کے سہارے آگے قدم اٹھا سکیں۔"

"وہ بہت اچھے ہیں، آپ سے مل کر خوش ہوں گے۔"

"تب پھر چلیے۔"

"لیکن کیسے چلیں گے... آپ پیدل تو وہاں تک جا نہیں سکیں گے۔"

"کیوں آپ کیسے آئے تھے۔"

"میری اور بات ہے، میں تو بس ادھر ادھر گھومتا رہتا ہوں۔"

"آیئے! ہم ٹیکسی لے لیتے ہیں۔"

"واضح ہو، میرے پاس اتنے پیسے نہیں ہیں کہ ٹیکسی کا کرایہ ادا کر سکوں۔"

"آپ بس فکر نہ کریں۔"

اب وہ اسے پارک سے باہر لے آئے، یہاں ان کی گاڑی موجود تھی۔

"ڈاکٹر کا پتا بتائیں۔"

"میں کچھ نہیں بتا سکوں گا، بس آپ کو وہاں تک لے جا سکتا ہوں۔"

"او کے چلیے! بتائیے راستہ۔" فاروق نے منہ بنایا۔

انہوں نے اسے اگلی سیٹ پر بٹھالیا۔ کار چل پڑی، وہ راستہ بتاتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ ایک بڑے اور عالی شاہ ہسپتال کے باہر پہنچ کر رک گئے۔

"آئیں میں آپ کو ڈاکٹر صاحب تک لے چلوں۔"

وہ اس کے ساتھ اندر کی طرف چلے، جلد ہی وہ انہیں ڈاکٹر کے کمرے تک لے آیا۔ دروازے پر نام کی پلیٹ لگی تھی، اس پر لکھا تھا:

"ڈاکٹر کاغان سومرو۔" آگے ڈگریوں لائن لگی تھی۔

"یہ تو بہت بڑے ڈاکٹر ہیں، دماغی امراض کے سپیشلسٹ ہیں اور پلاسٹک سرجری کے بھی ماہر ہیں۔"

"جی ہاں آپ آئیں میرے ساتھ، وہ مجھے کچھ نہیں کہتے... آپ کو کون سا خود کو چیک اپ کروانا ہے۔"

"ہوں... ٹھیک ہے۔"

وہ اس کے ساتھ ڈاکٹر کے کمرے میں داخل ہوئے۔ ڈاکٹر صاحب اندر ایک نوجوان آدمی کو چیک کر رہے تھے، اس کے والدین ایک طرف بیٹھے تھے۔ ڈاکٹر کی نظریں ان پر پڑیں تو وہ حیران ہوئے بغیر نہ رہ سکے، پھر ناخوش گوار انداز میں بولے۔

"رضوان! آپ کہاں چلے گئے تھے۔ میں خادم غوری کو تین بار آپ کی تلاش میں بھیج چکا ہوں۔"

"مم.... معاف کیجیے گا ڈاکٹر صاحب، میں نیشنل پارک تک چلا گیا تھا، وہاں کے پھول مجھے بہت پسند ہیں۔ پھول تو خیر آپ کے گھر کے بھی بہت اچھے ہیں، لیکن نہ جانے کیا بات ہے، اس باغ میری طبیعت بہت گھبراتی ہے، اس لیے میں وہاں چلا جاتا

ہوں، امید ہے آپ مجھے معاف کر دیں گے۔"

"خیر کوئی بات نہیں، گھومنا پھرنا تمہارا حق ہے اور تمہاری دماغی حالت کے لیے بہت مفید بھی تاکہ کوئی منظر دیکھ کر تمہاری یادداشت لوٹ آئے۔ اور یہ کون لوگ ہیں، تم جانتے ہو رضوان، میں اس طرح مریض نہیں دیکھتا، پہلے سے وقت لینا ضروری ہے۔"

"یہ مریض نہیں ہیں ڈاکٹر صاحب! میرے دوست ہیں۔"

"ایک تو تم ہر روز نئے نئے دوست بنالاتے ہو، خیر اگر یہ تمہارے دوست بن ہی گئے ہیں تو انہیں اپنے کوارٹر میں لے جاؤ۔"

"یہ آپ سے کچھ پوچھنا چاہتے ہیں۔"

"ہاں! فرمائیے، لیکن ذرا جلدی، میں بہت مصروف ہوں، باہر لائنوں کی مریض، ہم میرا مطلب ہے، مریضوں کی لائن لگی ہے۔"

"جی ہاں اندر داخل ہونے سے پہلے ہم دیکھ چکے ہیں، ماشاء اللہ آپ کافی کامیاب ڈاکٹر ہیں، ان کی کہانی ہم سن چکے ہیں، ہم تو صرف یہ جاننا چاہتے ہیں کہ یہ آپ کو کون سے جنگل کے کنارے ملے تھے۔"

"شاہی روڈ جو قائد آباد کی طرف چلی جاتی ہے، ساتویں کلو میٹر پر یہ مجھے کھڑے نظر آئے تھے، لیکن یہ بات ایک سال پہلے کی ہے۔"

"ہم ان کی مدد کرنا چاہتے ہیں، ہمارے نام محمود اور فاروق ہیں، ہم انسپکٹر جمشید کے بچے ہیں۔" محمود نے جلدی جلدی کہا۔

"اوہو اچھا۔ یہ سن کر حیرت ہوئی... لیکن اب آپ اس جنگل میں جا کر کیا کریں گے۔"

"وہ جو آپ کو ایک سال پہلے کرنا چاہیے تھا، ان کی کہانی سن کر آپ کو چاہیے

تھا،ان کی سن کر پولیس کی مدد لیتے۔شاید پولیس ان کے بارے میں کچھ معلوم کر لیتی... خیر!اب یہ کام ہم کریں گے... آپ کا بہت بہت شکریہ۔کیا ہم انہیں جنگل میں اس جگہ اپنے ساتھ لے جاسکتے ہیں۔"

"ضرور کیوں نہیں،اگر انہیں کوئی اعتراض نہ ہو تو لے جاسکتے ہیں۔"

"مم... میں خوشی سے جاؤں گا۔"رضوان فوراً بولا۔

"اوکے میں آپ کی کامیابی کے لیے دعا کروں گا،میری تو اپنی بہت زبردست خواہش ہے کہ اس بے چارے کے رشتے داروں کا پتا چل جائے،سب سے زیادہ الجھن والی بات یہ ہے کہ انکی طرف سے اب تک کسی اخبار میں کیوں کچھ شائع نہیں نہ ہوا،کسی پولیس اسٹیشن پر رپورٹ کیوں درج نہیں کرائی گئی۔"

"جی ہاں یہ باتیں بہت عجیب ہیں،اسی لیے تو ہم نے اس کیس پر کام کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔"

"شکریہ!آپ انہیں ساتھ لے جائیں۔"

اور پھر وہ جنگل میں اپہنچ گئے۔رضوان ان کے ساتھ تھا۔محمود نے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔

"یہ تو وہ جگہ ہے جہاں آپ کھڑے تھے،جنگل میں آپ کہاں سے چل کر یہاں تک آئے تھے۔یہ بتائیں۔"

"آئیے۔"اس نے کہا اور انہیں ساتھ لیے درختوں کے درمیان چلنے لگا۔

"ایک جگہ کافی گھنے درخت تھے،درختوں کا پورا جھنڈ کہیں۔اس نے وہاں پہنچ کر کہا۔

"میں ان درختوں کے درمیان تھا جب میری آنکھ کھلی۔"

"خوب!ان کے منہ سے نکلا۔

پھر وہ ان درختوں کا اور زمین کا غور سے جائزہ لینے لگے۔کئی بار تو انہوں نے عدسے سے بھی جائزہ لیا۔رضوان کے چہرے پر حیرت سی نظر آ رہی تھی۔اس سے رہا نہ گیا۔

"آخر آپ کیا تلاش کر رہے ہیں،ایک سال پہلے میں اس جگہ موجود تھا۔اب یہاں سے بھلا کیا مل سکتا ہے۔"

"بات یہ ہے رضوان صاحب!آپ یہاں خود بخود تو آنہیں گئے تھے،آپ کو کوئی گرا گیا تھا۔وہ لوگ ایک سے زیادہ زائد بھی ہو سکتے ہیں۔ہو سکتا ہے،ان میں سے کسی کی کوئی چیز یہاں گر گئی ہو۔اب اگر ہم ایسی کوئی... ایسی کوئی... ایسی کوئی۔"محمود کی سوئی اٹک گئی۔

"گانا شروع کرنے کا پروگرام ہے کیا؟"

"نن... نہیں... وہ... وہ دیکھو۔"

اس کے منہ سے مارے حیرت کے نکلا۔

کھوہ

محمود کے وہ دیکھو نے دونوں کو بری طرح چونکا دیا۔انہوں نے فوراً اس سمت دیکھا۔ان کے سامنے ایک درخت کی کھوہ تھی۔ان کے منہ بن گئے۔

"یہ کیا؟ یہ تو صرف ایک کھوہ ہے۔" فاروق نے اسے گھورا۔

"اس میں شک نہیں۔" محمود مسکرایا۔

کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو،اس کھوہ میں ان سے کوئی چیز گر گئی ہوگی اور اب تک کھوہ میں موجود ہے۔لیکن ایسی باتیں وہ لوگ سوچا کرتے ہیں،جن کے پاس سوچنے کو کچھ نہیں ہوتا۔" فاروق نے برا سا منہ بنایا۔

"یہ کیا بات ہوئی۔" محمود کے لہجے میں حیرت تھی۔

کیا تمہیں اس کھوہ میں کچھ نظر آیا ہے۔"

"ہاں! میں ہوا میں تیر چلانے کا عادی نہیں۔" اس نے منہ بنایا

اب وہ تیزی سے کھوہ کی طرف بڑھے۔انہوں نے دیکھا،اس کھوہ میں ایک چین پڑی تھی۔کچھ مرد عام طور پر ایسی چین کلائی پر باندھ لیتے ہیں۔رضوان نے اس چین کو اٹھانے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔

"خبردار رضوان صاحب! اسے ہاتھ نہ لگائیں۔" محمود نے تیز آواز میں کہا۔

رضوان ڈر کر پیچھے ہٹ گیا۔

"کک... کیوں، کیا بات ہے۔؟"

اس پر کسی کی انگلیوں کے نشان ہو سکتے ہیں۔وہ ہمارے کام آئیں گے۔"

"ایک سال گزرنے پر بھی نشانات ہو سکتے ہیں بھلا۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"اس کا امکان ہے۔"

"سوال یہ ہے کہ کھوہ میں پڑی یہ چین تمہیں کیسے نظر آ گئی۔"

"مجھے صرف چمک محسوس ہوئی تھی۔"

اب محمود نے چین کو چٹکی سے پکڑ کر اٹھایا۔وہ عام سی چین تھی اور شاید پیتل کی تھی۔

"یہ... یہ انہیں کیا ہو رہا ہے۔" فاروق ڈرے ڈرے انداز میں بولا۔

محمود نے چونک کر رضوان کی طرف دیکھا۔اس کے چہرے کی رنگت اڑی اڑی تھی۔یوں لگتا تھا جیسے چین کو دیکھ کر اس کی حالت خراب ہو گئی ہو۔

"آپ کو کیا ہوا؟"

میں کچھ نہیں بتا سکتا،ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس چین سے میری زندگی کا کوئی تعلق ہے۔کاش میری یادداشت لوٹ آئے۔" اس نے پھر سرد آہ بھری۔

"خیر! ہمارا یہاں آنا بیکار نہیں گیا،آئیے ہم آپ کو ہسپتال چھوڑ آئیں۔"

"اور... اور اس کے بعد؟" اس نے پریشان ہو کر کہا۔

"ہم آپ کے معاملے پر کام جاری رکھیں گے۔"

اس کے چہرے پر مایوسی پھیل گئی۔

"یہ بات تو ایک پولیس آفیسر نے بھی کچھ مدت پہلے کہی تھی،لیکن وہ کچھ بھی نہ کر سکے۔پھر مجھ سے ملے تک نہیں۔" اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

"آپ پریشان نہ ہوں، جب ہم کسی کیس پر کام شروع کرتے ہیں تو پھر اس پر کام بند نہیں کرتے۔"

وہ یک دم رونے لگا۔ دونوں گھبرا گئے۔

"ارے ارے! بھئی! یہ کیا، آپ تو رونے لگے، ہم نے تو آپ کو کوئی ایسی بات نہیں کہی۔"

"یہ... یہ بات نہیں ہے۔" اس نے بدستور روتے ہوئے کہا۔

"تب پھر؟"

جب سے میری ملاقات آپ سے ہوئی ہے، میں آپ سے بے تحاشہ لگاؤ محسوس کر رہا ہوں۔ ڈاکٹر صاحب کے ساتھ رہتے ہوئے اتنا عرصہ ہو گیا ہے، لیکن اتنے عرصے میں میں نے ان سے انس محسوس نہیں کیا، آپ... آپ مجھے اپنے ساتھ رکھ لیں۔"

"اوہ اچھا! یہ چاہتے ہیں آپ، خیر، لیکن بھئی اس طرح ڈاکٹر صاحب کو جو اعتراض ہوگا محمود نے کہا۔"

نہیں ہوگا۔ میرے خیال میں تو ہرگز نہیں ہوگا۔"

"لیکن ہمیں ان سے اجازت تو لینا ہوگی۔"

آپ ضرور لے لیں ان سے اجازت لیکن اب میں وہاں جاؤں گا نہیں، آپ اپنے ساتھ نہیں رکھیں گے تو میں کہیں نکل جاؤں گا۔"

"ٹھہریے! پہلے میں ڈاکٹر صاحب کو فون کر لوں۔"

یہ کہہ کر محمود نے ڈاکٹر کاغان کے نمبر ملائے۔ ان کی آواز سن کر بولا۔

"ڈاکٹر صاحب، یہ جو آپ کے رضوان صاحب ہیں انہیں، اگر ہم چند دنوں کے لیے اپنے پاس رکھ لیں تو آپ کو کوئی اعتراض تو نہیں ہوگا۔"

"آپ پہلے رضوان صاحب سے پوچھ لیں۔" ڈاکٹر صاحب بولے۔

"یہ خواہش انہیں کی ہے۔"

اس صورت میں مجھے بھلا کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔"

"بہت خوب شکریہ! جونہی ان کا دل ہم سے بھرا، ہم انہیں آپ کے ہاں لے آئیں گے۔"

"کوئی بات نہیں۔"

"ویسے آپ نے ان کے بارے میں معلوم کرنے کی کوشش تو بہت کی ہوگی"

جی ہاں کیوں نہیں، میں نے تو ان دنوں مسلسل کوشش کی تھی۔ بلکہ ان کے دماغ کا آپریشن تک کیا تھا، لیکن میں کامیاب نہ ہو سکا۔"

"بہت خوب! شکریہ۔"

میں اب بھی انہیں دوا دیتا ہوں، اس دوا سے اس بات کا امکان ہے کہ ان کی یادداشت کسی وقت لوٹ آئے۔"

وہ دوا آپ ہمیں بتا دیں، ہم بازار سے خرید کر دیتے رہیں گے۔"

وہ میں نے خود تیار کی ہے، میں دواؤں کا پروفیسر بھی ہوں۔"

"اوہ اچھا! ہم آج یا کل کسی وقت آپ سے لے لیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔"

اور اس نے فون بند کر دیا۔ اب وہ اسے لے کر گھر پہنچے۔ دستک کے جواب میں فرزانہ نے دروازہ کھولا، ساتھ ہی بولی۔

"ابا جان کا پارہ چڑھا ہوا ہے، تم دونوں نے کوئی اطلاع نہیں دی کہ کہاں ہو جب کہ موبائل تمہارے پاس ہیں۔"

"تو تم نے کیوں نہ فون کر لیا۔" محمود نے منہ بنایا۔

"مجھے کیا پڑی تھی.. ارے... یہ کون صاحب ہیں۔"

انہیں رضوان کہتے ہیں، یہ فی الحال ہمارے ساتھ رہیں گے۔ ان کی کہانی بہت عجیب ہے۔"

"اندر آجائیں.... ابا جان شام کی چائے پر انتظار کر رہے ہیں۔"

وہ اسے صحن میں لے آئے۔ انسپکٹر جمشید کی نظریں اس پر جم گئیں... ان کی پیشانی بل پڑ گئے۔ اس تبدیلی کو انہوں نے حیرت زدہ انداز میں دیکھا۔ ایسے میں انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"کیا ان صاحب کی یادداشت گم ہو گئی ہے۔"

"آپ... آپ نے کیسے اندازہ لگایا۔" محمود نے حیران ہو کر پوچھا۔

"ان کی آنکھوں میں دیکھ کر اندازہ لگایا۔ آیئے بھئی بیٹھیں، چائے پئیں اور محمود تم مجھے ان کی کہانی سناؤں۔"

"تو آپ نے یہ اندازہ بھی لگا لیا کہ ان کی کوئی کہانی بھی ہے۔"

"بس لگا ہی لیا۔ تم سناؤ۔"

"جی اچھا۔"

محمود نے ساری کہانی سنا دی۔ انسپکٹر جمشید پُرجوش انداز میں بولے۔

"اور... وہ چین کہاں ہے۔"

انہوں نے حیران ہو کر انسپکٹر جمشید کی طرف دیکھا۔ ان کی حالت عجیب سی تھی۔ محمود نے چین نکال کر ان کے سامنے رکھ دی۔ اس کو دیکھ کر وہ بہت زور سے اچھلے۔ فوراً انہوں نے اکرام کے نمبر ڈائل کیے۔ سلسلہ ملتے ہی بولے:

"اکرام فوراً گھر پہنچو۔ ضروری عملے کے ساتھ۔"

یہ کہہ کر فون بند کر دیا۔

"ہماری بے چینی آسمان کی بلندیوں کو چھو رہی ہے۔" فاروق نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"مجھے اندازہ ہے۔"

"آپ کو اندازہ ہے اور آپ ہمیں بتا نہیں رہے۔"

"پہلے اکرام کو تو آلینے دو.... لہٰذا صبر کرو، کیا تمہیں معلوم نہیں کہ صبر کا پھل میٹھا ہوتا ہے۔" یہ کہتے ہوئے وہ مسکرائے۔

"اس وقت تو کچھ زیادہ ہی میٹھا محسوس ہو رہا ہے۔" فاروق نے بھنا کر کہا۔

"م.... مجھے ... نیند آرہی ہے ... جب سے میری یادداشت گم ہوئی ہے، مجھے کسی وقت بھی گہری نیند آجاتی ہے۔"

"اوہ! محمود.... انہیں اپنے کمرے میں لٹا دو۔"

"جی اچھا!" محمود نے کہا اور رضوان کو اپنے کمرے میں لے گیا۔

جلد ہی اس کی واپسی ہوئی۔ اس کے چہرے پر حیرت ہی حیرت تھی۔

کمال ہے، وہ تو بستر پر گرتے ہی جیسے بے ہوش ہو گیا۔ میں نے ہلایا جلایا، لیکن اس نے آنکھ نہیں کھولی۔

"ایک تو اسے دوا دی جا رہی ہے، یہ اس کے اثرات بھی ہو سکتے ہیں اور پھر یہ واقعی دماغی مسئلہ بھی ہو سکتا ہے۔"

"لیکن آپ کو اس کے بارے میں کیا معلوم ہے۔"

"ابھی میں کچھ نہیں کہوں گا...."

اور پھر اکرام وہاں پہنچ گیا۔

"اس چین کو دیکھو اکرام۔"

"یہ شاید کسی کی کلائی کی چین ہے، آج کل کچھ مرد ایسی چین پہنے نظر آتے

ہیں۔"

"کیا ہو گیا ہے اکرام۔"

"جی... کیا مطلب؟"

"بھئی اس چین کو غور سے دیکھو، اور ہاں ہاتھ نہ لگانا۔"

"جی اچھا۔"

اب تو انہیں بھی شدید حیرت نے آلیا، ادھر اکرام چین پر جھک گیا۔

پھر وہ زور سے اچھلا:

"نن... نہیں... نہیں۔"

اس نے کہا اور انسپکٹر جمشید کا اشارہ پا کر باہر کی طرف دوڑ لگا دی۔

☆☆☆

خطرناک

"کیا چکر ہے... مارے سسپنس کے ہمارا برا حال ہے اور آپ ہمیں کچھ بتا نہیں رہے۔"

"اکرام! اس پر سے اگر انگلی کا نشان مل گیا تو بات ہے۔"

"ابھی دیکھ لیتے ہیں۔"

اکرام نے زنجیر کو کاغذ پر اٹھا لیا اور ایک ماتحت کے حوالے کر دیا۔ وہ لوگ ڈرائنگ روم میں موجود تھے۔

"اب تو ہمیں بتا ہی دیں۔"

"یہ چین ایک خطرناک ترین تنظیم ایک دوسرے کو پہنچانے کے لیے استعمال کرتی ہے۔ یہ عام زنجیر نہیں ہے اس کی بناوٹ خاص ہے اور یہ بات تنظیم کے لوگوں کو معلوم ہے۔ اب یا تو ہم شدید خطرے میں ہیں، یا پھر اس پورے معاملے میں اس زنجیر کا

کوئی تعلق نہیں ہے، کیونکہ یہ ضروری نہیں ، جن لوگوں نے رضوان کو جنگل میں پہنچایا تھا، یہ ان میں سے کسی کی ہو، مطلب یہ کہ دیکھنے میں یہ زنجیر عام سی چیز ہے، لیکن جن لوگوں سے اس کا تعلق ہے، ان کے لیے یہ بہت اہم ہے۔ اب اگر یہ ان میں سے کسی کی ہے جنھوں نے رضوان کو یہاں پہنچایا تھا تب معاملہ بہت خوفناک ہے۔"

"آپ تو ہمیں ڈرائے رہے ہیں۔"

"میں خود بھی خوف محسوس کر رہا ہوں۔"

"آخر یہ تنظیم کرتی کیا ہے۔"

"کوئی نہیں جانتا، یہ لوگ اپنے دشمنوں کو بہت زیادہ بے رحمی سے ہلاک کر دیتے ہیں، یوں کہ لو کہ ان میں رحم نام کی کوئی چیز سرے سے نہیں ہے۔"

"اللہ اپنا رحم فرمائے۔" فاروق نے کانپ کر کہا،

"لیکن ابا جان۔" فرزانہ یہاں تک کہ کر رک گئی۔

"ہے کوئی تک.... بس یہ کہ کر رک گئی ہو، لیکن ابا جان۔" محمود نے اسے گھورا۔

"میں اس معاملے کو ایک اور پہلو سے لینے پر مجبور ہوں۔ مہربانی فرما کر میرا خیال سن لیں۔"

"کیوں نہیں فرزانہ.... کہو۔"

"سنیے: فرض کر لیں، یہ ہمارے خلاف ایک بہت گہری سازش ہے۔ سازشی لوگوں نے پہلے باقاعدہ سازش تیار کی ہو اور اس کے بعد اس پر عمل شروع کیا ہو۔ رضوان دراصل بالکل ٹھیک ہے اس کی یادداشت بھی بالکل ٹھیک ہے، سازش کے تحت اسے نیشنل پارک بھیجا گیا۔ اس نے ہمیں اپنی کہانی سنائی۔" یہاں تک کہ فرزانہ رک گئی۔

"تب پھر ڈاکٹر کاغان سومرو کو کس خانے میں فٹ کرو گی۔"

"وہ بھی اس سازش میں برابر کا شریک ہے، پروگرام کے عین مطابق اس نے اپنا بیان دیا ہے، رہا اس زنجیر کا مسئلہ، ہو سکتا ہے یہ ساری سازش ہمارے خلاف اسی تنظیم نے تیار کی ہو اور ہمیں چکر دینے کے لیے کھوہ میں زنجیر رکھ دی ہو۔" یہاں تک کہ کر فرزانہ خاموش ہو گئی۔ اس وقت انسپکٹر جمشید نے کہا۔

اگر وہ واقعی سازش کے تحت ہمارے گھر میں آیا ہے تو پھر رات کے وقت وہ ضرور حرکت میں آئے گا... اوہ اوہ۔" انسپکٹر جمشید کانپ گئے۔

"کک کیا ہوا ابا جان" محمود گھبرا گیا۔

"ابھی ابھی مجھے یہ خوفناک خیال آیا ہے، اگر رضوان بھی اس تنظیم کا کارکن ہے تو ہم اسے پہلے ہی اپنے گھر میں لا چکے ہیں اور رات کے وقت وہ اپنے ساتھیوں کے لیے دروازہ کھول دے گا۔"

"ارے باپ رے۔"

"لیکن اس بات کا بھی امکان ہے کہ رضوان کی کہانی درست ہو۔ اس صورت میں ہو سکتا ہے، اس تنظیم نے ہی رضوان کی یادداشت ختم کی ہو۔"

"لیکن کیسے.... کیا ایسا کرنا ممکن ہے۔"

"ہاں کیوں نہیں اب تو ایسی دوائیں اور آلات دریافت ہو چکے ہیں، ایسا تو بہت زیادہ آسانی سے ہو سکتا ہے۔"

اللہ اپنا رحم فرمائے۔ اب تو خوف اور زیادہ ہو گیا ہے۔" فرزانہ بڑبڑائی۔

ایک بات طے ہے.... معاملہ خطرناک ضرور ہے اور اس معاملے کی زد میں ہم آکر رہیں گے، چاہے رضوان کو بچانے کے سلسلہ میں چاہے خود رضوان کے سازشی ہونے کی صورت میں۔" انسپکٹر جمشید نے خیال ظاہر کیا۔

"سوال یہ ہے کہ اب ہم کیا کریں۔"

"رضوان کو گھر میں کہیں بھی تنہا نہ چھوڑا جائے جب کہ اس وقت وہ تنہا ہے۔"

"اوہ.... اوہ۔" تینوں کانپ گئے۔

پھر محمود جلدی سے اپنے کمرے کے دروازہ کی طرف لپکا۔ اس نے دروازے کو دھکیلا اور پھر دھک سے رہ گیا، فوراً ان کی طرف پلٹا، اس نے سرگوشی کی۔

"دروازہ اندر سے بند ہے، جبکہ ابھی وہ گہری نیند سو گیا تھا، اس صورت میں دروازہ اندر سے بند نہیں ہونا چاہیے تھا۔"

"فوراً پائیں باغ کی طرف سے جا کر کمرے کی کھڑکی کا جائزہ لو.... اندر سے بند ہے یا کھلی۔" انسپکٹر جمشید نے کہا۔

محمود نے باہر کی طرف دوڑ لگا دی۔ باغ میں داخل ہوا اور کھڑکی کے نیچے پہنچ گیا کھڑکی بھی اندر سے بند ملی۔ اتنے میں فاروق بھی اس کے قریب آ گیا۔

"کھڑکی بھی اندر سے بند ہے، ابا جان کو جا کر بتا دو۔"

"اچھا تم یہاں ٹھہرو۔"

"فاروق نے یہ بات انہیں بتا دی۔ اب تو وہ فکر مند ہو گئے۔

"فرزانہ تم بھی کھڑکی کی طرف چلی جاؤ، محمود اکیلا ہے۔"

ان کے لہجے سے پریشانی ٹپک رہی تھی۔ وہ تیزی سے مڑی اور محمود کے پاس پہنچ گئی

ایسے میں دروازہ کھل گیا اور رضوان کی صورت دکھائی دی۔

"یہ.... کمرے کا دروازہ اندر سے کس نے بند کیا تھا؟" رضوان بولا۔

"کیا مطلب.... آپ نے ہی تو بند کیا تھا۔ کمرے میں آپ کے سوا کوئی نہیں تھا۔"

انسپکٹر جمشید نے غور سے اس کی طرف دیکھا اور پھر چونک اٹھے۔

"فاروق! محمود اور فرزانہ کو بلاؤ۔ یہ جاگ گئے ہیں۔"

"جی اچھا!" فاروق نے کہا اور ان دونوں کو بلا لایا۔

اب وہ صحن میں بیٹھ گئے اور رضوان کو گھورنے لگے۔

"آپ.... آپ لوگ مجھے کیوں گھور رہے ہیں۔"

آپ کو نیند آ گئی تھی، محمود نے آپ کو بستر تک پہنچا دیا تھا، آپ لیٹتے ہی سو گئے تھے۔ محمود کمرے سے نکل کر یہاں آ گیا ہمارے پائیں باغ کی کھڑکی بھی اندر سے بند تھی۔

تھوڑی دیر بعد ہمیں کمرے میں جانے کی ضرورت پیش آئی تو کمرے کا دروازہ اندر سے بند تھا کیا آپ نے اٹھ کر دروازہ بند کیا تھا۔"

"نہیں.... میں نے بند نہیں کیا تھا۔"

"ایک منٹ.... آپ نے کیا کہا.... میری طرف دیکھیے ذرا۔"

رضوان نے ان کی طرف دیکھا۔ جونہی انھوں نے اس کی آنکھوں میں جھانکا، انھیں ایک جھٹکا لگا۔

"اوہ.... اوہ۔" ان کے منہ سے مارے حیرت کے نکلا۔

"کیا ہوا ابا جان!" فرزانہ پریشان ہو گئی۔

"تم لوگ اپنے کمرے میں جاؤ۔" وہ بولے۔

"جی کیا مطلب؟" ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

"میں نے کہا ہے، اپنے کمرے میں جاؤ۔" ان کا لہجہ سرد ہو گیا۔

تینوں مشینی انداز میں اٹھے اور اندر چلے گئے۔ تاہم انھوں نے دروازہ بند نہ کیا۔

"دروازہ اندر سے بند کر لو اور خبردار دروازہ نہ کھولنا۔"

"جج... جی اچھا۔"

انہوں نے دروازہ بند کر لیا۔

"جلدی جلدی کمرے کی تلاشی لو.... ہماری ہر چیز موجود تو ہے۔" فرزانہ نے سرگوشی کی۔ وہ حرکت میں آ گئے۔ انہوں نے جلدی جلدی سارے کمرے کی تلاشی لے ڈالی۔ انہیں کوئی چیز غائب محسوس نہ ہوئی۔

"ہر چیز موجود ہے۔" محمود نے کہا۔

"میرا بھی یہی خیال ہے" فاروق بولا۔

فرزانہ نے کچھ نہ کہا تو انہوں نے اس کی طرف دیکھا۔

"کیا تم اس بات کی نفی کرو گی۔"

"ہاں۔" اس نے زوردار انداز میں سر ہلا دیا۔

"کک.... کیا مطلب؟" دونوں چلائے۔

"ایک چیز گم ہے اور ضرور رضوان کے پاس ہے۔"

"اور اور.... وہ کیا۔" وہ اٹک اٹک کر بولے۔

"ابا جان نے ہمیں حکم دیا ہے، ہم دروازہ نہ کھولیں، جب کہ ہمیں دروازہ کھولنا ہوگا، ابا جان کو یہ بات بتانا ہوگی ہمارے کمرے سے ماسٹر چابی غائب ہے۔"

"کیا!!!" ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

ساتھ ہی انہوں نے صحن کی طرف سے انسپکٹر جمشید کی ہولناک چیخ کی آواز سنی۔ وہ لرز گئے اور وہ بے تحاشہ دروازہ کی طرف جھپٹے۔

☆☆☆

خبردار

انہوں نے دیکھا، ان کے والد فرش پر بُری طرح تڑپ رہے تھے..

رضوان غائب تھا۔ اس وقت باورچی کے اندر ان کی نظر پڑی ان کی والدہ بے ہوش پڑی تھیں۔

اب تو ان کے ہاتھ پیر پھول گئے ان کے دیکھتے ہی دیکھتے انسپکٹر جمشید کا جسم ساکت ہو گیا تینوں چلائے۔

"ابا جان۔"

پھر وہ ان پر جھک گئے.. دل کی دھڑکن دیکھی، نبض چیک کی، تب کہیں جا کر انھیں سکون محسوس ہوا، دل دھڑک رہا تھا، نبض چل رہی تھی۔

وہ باورچی خانے کی طرف دوڑے، ان کی والدہ بھی مکمل طور پر بے ہوش تھیں۔

انھوں نے فوراً ہسپتال فون کیا۔ آئی جی صاحب کو فون کیا، پروفیسر داؤد اور

خان رحمان کوفون کیا۔

تھوڑی دیر بعد ان دونوں کو ہسپتال لے جایا جا رہا تھا۔ سب لوگ خان رحمان کی گاڑی میں ایمبولینس کے پیچھے تھے۔ ہسپتال میں عملہ پہلے سے تیار تھا۔ انھیں فوراً اندر لے جایا گیا۔

باقی لوگوں کو باہر ہی روک لیا گیا۔ اس وقت خان رحمان نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا:

"یہ سب کیسے ہوا؟"

محمود نے ساری کہانی تفصیل سے سنادی۔

"لیکن یہ کس قدر عجیب بات ہے.... کیا یہ سارا جال صرف ماسٹر چابی چرانے کے لیے بچھایا گیا تھا۔"

"خیر یہ تو نہیں کہا جاسکتا۔" محمود نے کہا۔

"تب پھر کیا کہا جاسکتا ہے۔" پروفیسر داؤد بے چین ہوکر بولے۔

"کچھ سمجھ میں نہیں آرہا کہ کیا کہا جاسکتا ہے اور کیا نہیں۔ سارا معاملہ حد درجے پراسرار اور خوفناک ہے، اللہ اپنا رحم فرمائے۔"

"آمین!" ان کے منہ سے نکلا۔

ایسے میں اکرام تیز تیز قدم اٹھاتا ان کی طرف آیا۔ اس کے چہرے سے غم ٹپک رہا تھا۔

"سر اور بھائی صاحبہ کا کیا حال ہے۔"

"ابھی ابھی انھیں یہاں لایا گیا ہے.... ابھی کچھ معلوم نہیں۔"

"ارے ہاں، وہ زنجیر کہاں ہے۔" اکرم بولا۔

"وہ... وہ زنجیر ابا جان کے پاس رہ گئی تھی۔"

"تب میں یقین سے کہہ سکتا ہوں، وہ زنجیر اب ان کے پاس نہیں ہوگی، رضوان نامی شخص وہ لے جاچکا ہے۔"

"پھر بھی دیکھنے میں کیا حرج ہے۔"

"میں چیک کرتا ہوں۔" اکرام نے کہا اور کمرے کی طرف بڑھا۔ دروازے پر ہسپتال کا ملازم موجود تھا، اس نے اکرام کا راستہ روک لیا:

"ابھی کوئی اندر نہیں جاسکتا۔"

"ایک ضروری معاملہ ہے۔ انسپکٹر صاحب کی جیب میں ایک چیز چیک کرنا ہے۔"

"ڈاکٹر صاحب کا کہنا ہے.... ابھی کوئی اندر نہ آئے۔"

"اچھی بات ہے... لیکن آپ ڈاکٹر صاحب سے پوچھ آئیں۔ اگر وہ اجازت دیتے ہیں تب میں اندر داخل ہوں گا۔"

"ٹھیک ہے، آپ یہیں ٹھہریں۔" اس نے کہا اور دروازہ اندر سے بند کر دیا۔ اس نے ان کے قدموں کی آواز سنی، جلد ہی اس کی واپسی ہوئی، اس نے کہا:

"ان کی حالت نازک ہے، فی الحال اندر جانے کی اجازت نہیں مل سکتی۔"

"اچھی بات ہے... اس نے فکر مندانہ انداز میں کہا۔

ناجانے کیوں، اس کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا پھر نہ جانے اسے کیا ہوا، اس نے ملازم کی کلائی پر ہاتھ ڈال دیا، ایک زوردار جھٹکا اسے باہر کی طرف دیا، وہ دور تک لڑکھڑاتا چلا گیا۔

ادھر اکرام اندر داخل ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی محمود فاروق اور فرزانہ نے اندر چھلانگیں لگادیں... فرزانہ نے سرد آواز میں کہا۔

"انکل آپ اسے قابو کریں۔"

"اچھا.... اچھا۔" خان رحمان گھبرا کر بولے۔

انہوں نے دروازہ اندر سے بند کر دیا۔ انسپکٹر جمشید اور بیگم جمشید آگے کسی جگہ موجود تھے۔ وہ دبے پاؤں آگے لپکے... اور اچانک اس کمرے میں داخل ہو گئے جس میں ان دونوں کو لٹایا گیا تھا۔ اکرام چلا اٹھا۔

"خبردار تم لوگ اپنے ہاتھ اوپر اٹھا دو۔"

کمرے میں موجود دو ڈاکٹروں اور انکے عملے نے چونک کر ان کی طرف دیکھا اور پھر ان کی آنکھوں میں خوف دوڑ گیا۔۔

ان کے والدین بے ہوش تھے اور وہ انہیں انجکشن لگانے کی تیاری مکمل کر چکے تھے اور ابھی انجکشن کی سوئی انسپکٹر جمشید کے بازو کی طرف بڑھی ہی تھی کہ یہ لوگ وہاں پہنچ گئے۔

"یہ کیا ہے... آپ کو معلوم ہونا چاہیے، یہ ہسپتال ہے آپ کا اکھاڑا نہیں۔"

ہاں! ہم جانتے ہیں لیکن ہم نے یہاں آپ کو کبھی نہیں دیکھا۔ اس ہسپتال کے تمام ڈاکٹر اور عملہ ہمارا دیکھا بھالا ہے... لہذا پہلے آپ لوگ اپنی شناخت کرائیں۔"

"اچھی بات ہے۔" یہ کہ کر ڈاکٹر نے فوراً جیب میں ہاتھ ڈال دیا دوسرا لمحہ چونکا دینے والا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک خوفناک پستول تھا۔ اس کے ساتھی نے بھی پستول نکال لیا۔

"بہت خوب! ان پر پستول تانے رہو، میں انہیں انجکشن لگاتا ہوں۔"

"خبردار یہ غلطی نہ کیجیے گا۔" محمود غرایا۔

"کیا مطلب.... کیسی غلطی، بھئی یہ دو مریض ہمارے پاس لائے گئے ہیں، بے چارے بے ہوش ہیں ہم انہیں ہوش میں لانے کی کوشش کر رہے ہیں، یہ غلطی کیسے ہوئی۔"

"ہم کہ چکے ہیں، آپ اپنا ہاتھ روک لیں۔"

"اگر یہ آگے بڑھنے کی کوشش کریں تو انہیں گولی مار دی جائے، پستول بے آواز ہے۔" ڈاکٹر نے غرا کر کہا۔

ایسے میں فاروق کا ہاتھ حرکت میں آیا، کوئی چیز فضا میں اچھلی اور فرش پر گری اور اس کے گرتے ہی دھماکا ہوا۔ ڈاکٹر اور ان کے ساتھی اچھل کر گرے اور پھر ان کی چیخیں گونج اٹھیں۔

"فاروق دوڑ کر باقی لوگوں کو اندر بلا لو.... اور دروازہ اندر سے بند کر دو... ہم سب خطرے میں ہیں، ان کے اور ساتھی بھی ہسپتال میں موجود ہوں گے۔ ادھر اکرام اپنے ماتحتوں کو ہدایات دے رہا تھا۔ فاروق نے باہر کی طرف دوڑ لگا دی۔ جلد ہی خان رحمان اور پروفیسر داؤد اندر آ گئے۔

"اوہ وہ جو.... جو دروازے پر موجود تھا۔"

"اسے میں نے بے ہوش کر دیا ہے۔" خان رحمان نے دروازہ اندر سے بند کرتے ہوئے کہا۔

"اوہ اچھا، لیکن اس کے پاس باہر تو کوئی موجود تو ہونا چاہیے تھا، اگر کہیں اسے ہوش آ گیا تو وہ فرار ہو جائے گا۔"

"اس وقت ہم کچھ نہیں کر سکتے ... کیونکہ اندر بھی ہماری ضرورت ہے۔" پروفیسر داود نے جلدی سے کہا۔

پھر انہوں نے اندر کا منظر دیکھا۔

"تو یہ ڈاکٹر اور یہ عملہ، ہسپتال کے لوگ نہیں ہیں۔"

"نہیں یہ دشمن لوگ ہیں۔" فاروق بول اٹھا۔

"اللہ کا شکر ہے، اس نے ہمیں عین وقت پر ہوشیار کر دیا۔" محمود نے کانپ

کر کہا۔

"لیکن انکل: آپ کو دروازے پر کھڑے ہوئے آدمی پر کیسے شک ہوا تھا۔"

میں نے اس کی آنکھوں میں اپنے لیے شدید نفرت محسوس کی تھی، بس میں چونک گیا۔ بھلا ہسپتال کے عملے کا کوئی آدمی مجھ سے کیوں نفرت کرنے لگا۔ پھر میں نے اس سے اندر جانے کی بات کی تو وہ اڑ گیا، اسے اندر بھیجا تو وہ فوراً ہی واپس آ گیا مجھے یوں محسوس ہوا کہ وہ ڈاکٹر سے بات کیے بغیر ہی واپس لوٹ آیا ہے، ان حالات میں میری چھٹی حس بیدار ہو گئی۔"

"آپ کی چھٹی حس کا شکریہ انکل۔" فاروق نے فوراً کہا۔

باقی لوگ مسکرا دیے۔

"یہ کہیں ہوش میں نہ آ جائیں۔" خان رحمان نے ڈرے ڈرے انداز میں کہا۔

"انکل کے دیے ہوئے چاکلیٹ سے بے ہوش ہوئے ہیں، آدھ گھنٹے سے پہلے تو کیا ہوش میں آئیں گے... کیوں انکل۔" فاروق نے شوخ آواز منہ سے نکالی۔

"بالکل! آدھ گھنٹے تک تو فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں، اتنی دیر میں تو یہاں عملہ پہنچ ہی جائے گا۔"

پھر اس پورے وارڈ کو گھیرے میں لے لیا گیا۔ نقلی ڈاکٹروں اور عملے کو جکڑ لیا گیا۔ ہسپتال کے ایم ایس سے ان کی شناخت کرائی گئی۔ انھوں نے فوراً کہہ دیا کہ ان لوگوں کا ہسپتال سے کوئی تعلق نہیں۔

"تب پھر یہاں کن ڈاکٹر حضرات کی ڈیوٹی تھی، وہ کہاں ہیں۔" محمود نے پوچھا۔

"ہسپتال کا رجسٹر دیکھنا پڑے گا۔"

جلد ہی معلوم ہو گیا کہ ان ڈاکٹر حضرات اور ان کے عملے کے لوگوں کو آج گھروں سے ہی نہیں آنے دیا گیا، وہاں بھی دشمن کے لوگ موجود تھے اور ابھی ابھی ان گھروں سے فرار ہوئے تھے۔ یہ سن کر وہ سب سکتے میں آ گئے۔ اس کا مطلب تو یہ تھا کہ یہ سب سوچا سمجھا منصوبہ تھا۔ نوجوان رضوان دراصل دشمنوں کا آدمی تھا اور اس طرح ان کے خلاف ایک لمبا چوڑا جال بچھایا گیا تھا... اب حیرت کی بات یہ ہے کہ کیا یہ لوگ صرف ماسٹر..... ارے... اوہ... ہائیں۔" محمود بری طرح اچھلا۔

اس کی آنکھوں میں دنیا بھر کا خوف چھا گیا۔ پھر اس نے بے تحاشہ دوڑ لگا دی۔

"انکل آپ یہیں ٹھہریں۔ ان بے ہوش لوگوں کو ایک ایک خوراک بے ہوشی کی اور دے دیں، نہ جانے محمود کو کیا بات سوجھ گئی ہے، ہمارا اس کے ساتھ جانا بہت ضروری ہے۔" فاروق نے کہتے ہی دوڑ لگا دی، فرزانہ اس سے پہلے ہی محمود کے پیچھے جا چکی تھی۔

جب وہ ہسپتال کے دروازے سے باہر نکلی تو محمود کار میں جا چکا تھا۔ وہ ہاتھ مل کر رہ گئی۔ اتنے میں فاروق اس کے پاس پہنچ گیا۔

"محمود نکل گیا، میرا اندازہ ہے، وہ گھر گیا ہوگا، کیونکہ ماسٹر کی کا نام منہ پر آتے ہی اس کے ذہن میں یہ بات آئی تھی کہ ماسٹر کی خود ہمارے گھر پر تو نہیں آزمائی جا رہی... کیونکہ اس وقت گھر میں کوئی بھی نہیں ہے۔"

"واقعی فرزانہ.... آؤ جلدی کرو.... ہم ٹیکسی پکڑ لیتے ہیں۔"

اور پھر وہ ٹیکسی میں سوار ہو گئے... جب دونوں گھر کے سامنے ٹیکسی سے اترے تو انہوں نے محمود کو صحن میں ساکت کھڑے دیکھا۔

☆☆☆

ارے

دونوں گھر میں داخل ہوئے۔ محمود کے جسم میں ذرا بھی حرکت نہ ہوئی۔

"کیا ہو گیا ہے بھائی۔" فاروق نے گھبرا کر پوچھا۔

"وہی جس کا ڈر تھا۔"

"کس کا... کس کا ڈر تھا۔"

"ماسٹر کی اس لیے اڑائی گئی تھی، ابا جان اور امی جان کو اس لیے ہسپتال پہنچایا گیا اور وہاں نقلی ڈاکٹر اس لیے موجود تھے کہ وہ ہمارے گھر سے تمام تر قیمتی فائلیں آسانی سے اڑا لے جائیں، ادھر ہم یہاں سے بدحواسی کے عالم میں ہسپتال روانہ ہوئے۔ ادھر وہ اندر داخل ہو گیا۔"

اس کے پاس ہماری ماسٹر کی موجود تھی بس کر گیا صفایا۔" محمود کہتا چلا گیا۔

وہ سکتے میں آ گئے فوراً آئی جی صاحب کو صورت حال بتائی۔ پورے محکمے میں سنسنی دوڑ گئی۔ محکمہ سراغرسانی ان کے گھر الٹ پڑا.... آئی جی صاحب کا رنگ زرد تھا، انہوں نے آتے ہی کہا۔

"یہ بہت بڑا نقصان ہوا ہے۔ ان فائلوں میں کتنے قیمتی راز تھے... اب دوسروں کے ہاتھوں میں چلے گئے ہیں افسوس۔"

"اور یہ سب ہماری بے وقوفی کی وجہ سے ہوا۔" محمود نے افسوس انداز میں کہا۔

"نہیں! اس میں تمہاری کوئی بے وقوفی نہیں۔ اس تنظیم کے کام کرنے کے طریقے ہی حد درجے خوفناک ہیں.... کوئی وقت سے پہلے ان کی منصوبہ بندی کو نہیں سمجھ سکتا۔ جب وہ چال چل جاتے ہیں، تب اندازہ ہوتا ہے۔"

"لیکن انکل: اب کیا ہو گا۔"

"تم ذرا بیٹھ کر رضوان کی تصویر بنا دو، ہم اخبارات میں دیں گے اور تمام پولیس اسٹیشنوں کو بھی بھیجی جائیں گی تا کہ جہاں کہیں بھی وہ نظر آئے اسے گرفتار کیا جا سکے۔"

"اس سے کیا ہو گا، فائلیں تو جا چکی ہیں۔"

فائلوں سے ہم ہاتھ دھو چکے، وہ پہلی فرصت میں ان کی مائیکرو فلمیں بنا لیں گے تا کہ ہم کسی طرح ان سے فائلیں حاصل کر بھی لیں تو بھی وہ فائدے میں ہی رہیں۔ اب تو ہم صرف مجرموں کی گرفتاری پر ہی صبر کریں گے۔"

"یا اللہ رحم! ابا جان کو پتا چلے گا تو ان پر کیا گزرے گی۔"

"ہاں! لیکن ہم فی الحال انہیں یہ خبر نہیں سنائیں گے۔"

عین اس وقت فون کی گھنٹی بجی۔ فون اکرام کا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا۔ سر کو ہوش آ گیا ہے، وہ پوچھ رہے ہیں گھر کی فائلیں جا چکی ہیں نا۔"

انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

"ابا جان پہلے ہی اندازہ لگا چکے ہیں انکل۔"

"ہوں لاؤ... میں بات کرتا ہوں۔"

انہوں نے ریسیور لے لیا اور انسپکٹر جمشید کی آواز سننے کے بعد کہا۔

"جمشید تم فائلوں کے بارے میں فکر نہ کرو۔"

"تو میرا اندازہ درست ہے۔" وہ بولے۔

ہاں جمشید یہی بات ہے۔"

"اچھی بات ہے سر: میں بھی اب ان لوگوں کو نہیں چھوڑوں گا۔"

تمہیں ابھی آرام کی ضرورت ہے جمشید.... خبردار ہسپتال سے نکلنے کی کوشش نہ کرنا۔"

"اب میں آرام نہیں کر سکتا سر۔"

"نہیں جمشید! یہ میرا حکم ہے... جب تک تمہاری حالت بہتر نہیں ہو جاتی تم ہسپتال سے نہیں نکلو گے، ذرا سوچو! ان خطرناک ترین دشمنوں سے تم اس حالت میں کس طرح مقابلہ کر سکو گے۔

"اس کے باوجود...."

"نہیں جمشید: اس کے باوجود تم آرام کرو گے۔ ورنہ میں تمہیں معاف نہیں کروں گا۔" یہ کہتے ہوئے انہوں نے فون بند کر دیا۔

عین اس وقت فون کی گھنٹی بجی۔ آئی جی صاحب نے ایسے میں خود ریسیور اٹھا لیا وہ سمجھے تھے، انسپکٹر جمشید نے فون پھر کیا ہے۔ لیکن دوسری طرف سے ایک اجنبی آواز ان کے کانوں میں پڑی۔

"یہ تو ہمیں معلوم ہے۔ کہ یہ انسپکٹر جمشید کا گھر ہے، یہ بھی معلوم ہے کہ وہ اس وقت ہسپتال میں ہیں۔ لہذا گھر میں جو کوئی بھی ہے، اسی سے بات کیے لیتے ہیں...

"کیا آپ بتانا پسند کریں گے، آپ کون ہیں۔"

"آئی جی شیخ نثار احمد۔"

اوہ! تب تو ٹھیک ہے، سنیے پھر آئی جی صاحب! آپ لوگ یقیناً ان فائلوں کو واپس لینا پسند کریں گے، ساتھ ہی آپ یہ محسوس کر رہے ہوں گے کہ اب کیا فائدہ اب تو ہم ان کی نقلیں تیار کر چکے ہوں گے، آپ یہ سن کر خوشی محسوس کریں گے کہ ہم نے ان

فائلوں کو ابھی کھول کر بھی نہیں دیکھا.... ابھی تو ہم ان کی سودابازی کریں گے۔"

"کیا مطلب؟" وہ زور سے بولے۔

"آہستہ آئی جی صاحب آہستہ، زور سے بولنے سے آپ کو دل کا دورہ نہ پڑ جائے.... آپ یہ بات یاد رکھیں کہ آپ کو دو بار دل کا دورہ پڑ چکا ہے اور عام طور پر تیسرا دورہ جان لیوا ہوتا ہے۔ اپنا خیال کریں، فائلیں فی الحال محفوظ ہیں... ہم اس بات کی گارنٹی دیں گے کہ ان کی نقل تیار نہیں کی گئی۔ پھر آپ یا جو بھی ہمیں زیادہ رقم دے گا، اسے فروخت کریں گے ...ہاں تو آپ ذرا اپنے بڑوں بلکہ ان کے بھی بڑوں سے پوچھ لیں... آپ کا ملک ان فائلوں کے بدلے کتنی رقم خرچ کر سکتا ہے۔ اتنی دیر میں ہم آپ کے ارد گرد بسنے والے اور فاصلے پر موجود آپ کے دشمنوں سے ان فائلوں کی قیمت معلوم کر لیتے ہیں... جو ہمیں زیادہ رقم دے گا... ہم فائلیں ان کے حوالے کر دیں گے اور جن لوگوں نے ہمارا سراغ لگانے کی کوشش کی تو انہیں ہم ہرگز نہیں چھوڑیں گے۔ انسپکٹر جمشید کے بچے اور ان کے دوست بھی جان لیں آپ لوگ اس وقت پوری طرح ہماری مٹھی میں ہیں، یہ بند مٹھی اس وقت کھلے گی جب ہم چاہیں گے... کیا سمجھے... آپ لوگ غور کر لیں، پھر ہم فون پر آپ لوگوں کو بتائیں گے کہ فلاں ملک ہمیں کیا دینے کے لیے تیار ہے اور فلاں ملک کیا۔ جو بات ہوگی ہم آپ کو بتا دیں گے۔ آپ سمجھ گئے۔"

"ہاں! سمجھ گیا... اور ہم بلیک میل نہیں ہوں گے، تم ان فائلوں کے سلسلے میں جو چاہو کر گزرو، جس سے سودا کرنا چاہو کر لو.... جو نقصان ہونا تھا وہ ہو چکا ہے... ہم سائے کے پیچھے نہیں بھاگیں گے۔"

"آپ کو سائے کے پیچھے بھاگنا ہوگا آئی جی صاحب... بھاگنا ہوگا۔"

"کیا فضول بات ہے۔"

"یہ فضول بات نہیں، عقلمندانہ بات ہے..."

"کیا مطلب؟"

"آئی جی صاحب: ہوش کے ناخن لیں۔ اس میں ایک فائل ایسی بھی ہے جس میں آپ کے ملک کی ایٹمی معلومات ہیں... صرف وہ ایک فائل آپ کا دشمن ملک بہت بڑی رقم دے کر خریدنا پسند کرے گا.... کیا آپ یہ برداشت کرلیں گے۔"

"نن... نہیں۔" وہ کانپ گئے۔

"بس تو پھر پھوں پھاں نہ کریں۔ آئی جی صاحب والی اکڑ سے باہر نکل کر بات کریں، اس وقت آپ کو محسوس ہوجائے گا، آپ کہاں کھڑے ہیں۔"

"اچھی بات ہے، پہلے میں اپنے بڑوں سے بات کرلوں، پھر بتاؤں گا۔"

اب انہوں نے اپنے بڑوں کی بجائے پہلے انسپکٹر جمشید کو فون کیا۔ انہیں ساری بات بتائی، وہ سن کر ہنسے پھر بولے۔

"سر ان کے جال میں آنے کا کوئی فائدہ نہیں لیکن اس کے باوجود ہم ان کی بات ماننے پر مجبور بھی ہیں.... لہٰذا انہیں باتوں میں لگانا ہوگا.... اس طرح ہم ایک دو دن کی مہلت تو لے ہی لیں گے، ہوسکتا ہے اس دو دن میں ہم ان کا سراغ لگالیں.... آپ رضوان کی تصاویر پورے ملک کے اخبارات کو دے دیں... اور اوپر بھی بات کرلیں .... ساری صورت حال سے اوپر والوں کو خبردار رکھنا بھی بہت ضروری ہے۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"اچھی بات ہے جمشید! تم فکر نہ کرو، اپنا خیال رکھو۔"

یہ کہہ کر انہوں نے فون بند کردیا۔ اب ہوم سیکرٹری صاحب کے نمبر ملائے انہیں ساری صورت حال بتائی وہ جھنجلائے اور بولے۔

"آخر اس قدر اہم فائلیں انسپکٹر جمشید کے گھر کیا کررہی تھیں۔"

"انسپکٹر جمشید نے خود کبھی نہیں کہا کہ اس کی قسم کی فائلیں ان کے حوالے کردی

جائیں.... یہ ایٹمی انرجی اور دوسرے محکموں کی اپنی سوچ ہے، جب وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ اپنی فلاں چیز کی حفاظت وہ نہیں کرسکیں گے، تو انہیں انسپکٹر جمشید نظر آتے ہیں۔"

"اور وہ اتنے سیدھے ہیں کہ ان فائلوں کو عام جگہوں پر رکھ دیتے ہیں۔"

ہوم سیکرٹری صاحب جل بھن کر بولے۔

"ایسی بات بھی نہیں ہے سر، انتہائی محفوظ سیف میں ان کو رکھا گیا تھا، لیکن اس بار فائلوں کو اڑانے کے لیے بین الاقوامی خوفناک ترین تنظیم سے کام لیا گیا ہے اور اس تنظیم کے ایک کارکن نے ان کی ماسٹر چابی پر ہاتھ صاف کیا، اور پھر انھیں بے ہوش کر کے چلتا بنا، محمود فاروق اور فرزانہ وغیرہ سب لوگ انھیں ہسپتال لے آئے۔ اس وقت ان سے ضرور یہ غلطی ہوئی کہ جب ماسٹر کی چلی گئی تھی تو گھر کی حفاظت بھی کرتے، لیکن اس سے بھی کچھ نہ ہوتا، اگر ان میں سے ایک یا دو وہاں ٹھہر جاتے تو بھی دشمن کامیاب ہو جاتا، کیونکہ وہ تو انسپکٹر جمشید کو بے بس کرنے میں کامیاب ہوگئے تھے، بچے تو ان کے مقابلے میں کوئی چیز تھے ہی نہیں۔ بہر حال سر! اب مسئلہ یہ ہے کہ اس تنظیم کے ارکان ان فائلوں کا سودا کرنا چاہتے ہیں۔ اس سودے میں وہ دوسرے ملکوں کو بھی شریک کرنا چاہتے ہیں، جو انھیں بڑی رقم دے گا، وہ فائلیں اسی کے حوالے کردیں گے۔"

"نن نہیں... اس طرح تو ہم سے زیادہ دولت دینے والے کئی ملک میدان میں آئیں گے۔"

"اسی لیے میں نے فون کیا ہے، انہوں نے براہ راست رابطہ مجھ سے قائم کر رکھا ہے، اب میں انھیں کیا جواب دوں۔"

"اس سوال کا میں جواب دینے کا مجاز نہیں۔ اب یہ معاملہ براہ راست صدر صاحب کا ہے۔ آپ ان سے بات کریں۔" یہ کہہ انہوں نے کھٹ سے فون بند کردیا۔

آئی جی صاحب منہ بنا کر رہ گئے۔ اب انھوں نے صدر صاحب کو فون

کیا انہیں ساری بات بتائی۔ انہوں نے فوراً کہا۔

"اس سلسلے میں انسپکٹر جمشید سے مشورہ کر لیں، جو وہ کہیں، وہ کر لیں، کیونکہ ان معاملات میں تجربہ ان کا ہے یا آپ کا.... میرا نہیں، ہاں جو فیصلہ ہو وہ مجھے بتا دیں۔"

"بہت بہتر سر.... آپ کا شکریہ۔"

انہوں نے فون بند کر دیا، اب پھر انسپکٹر جمشید کے نمبر ڈائل کیے، انھیں ساری بات بتائی، وہ سن کر بولے:

"ٹھیک ہے سر.... اب جب ان کا فون آئے تو ان سے پوچھ لیں، وہ کتنی رقم چاہتے ہیں۔ اور ادائیگی کس صورت میں کرنا ہے۔"

"تت تو کیا جمشید... ہم رقم ادا کریں گے۔"

"ہماری پہلی کوشش یہ ہوگی کہ رقم کے بغیر اپنی فائلیں ان سے واپس لیں۔"

"لیکن کیسے... کیا یہ ممکن ہے۔"

"اس وقت میں کچھ نہیں کہہ سکتا ہم اپنی کوشش پوری کریں گے۔"

"ہوں اچھا! میں ان کے فون کا انتظار کروں گا.. تم اپنا خیال رکھو۔"

وہ انتظار کرتے رہے، کرتے رہے، اس دن دوبارہ ان کا فون نہ آیا۔ دوسرے دن ڈاکٹر حضرات نے انسپکٹر جمشید اور بیگم جمشید کو فارغ کر دیا، لہٰذا وہ سب کے سب گھر آ گئے۔ اس وقت بھی وہ گھر کے صحن میں بیٹھے تھے اور اس معاملے پر بات چیت کر رہے تھے کہ فون کی گھنٹی بجی۔ انسپکٹر جمشید نے جلدی سے فون اٹھا لیا۔ دوسری طرف آئی جی صاحب تھے، وہ پریشانی کے عالم میں کہہ رہے تھے:

"جمشید! مارے گئے... وہ ایک ارب ڈالر مانگتے ہیں، انہوں نے بتایا ہے کہ پڑوسی ملک نے ان کی پیش کش پر غور کرنے اور کل جواب دینے کا وعدہ کیا ہے، گویا

وہ ہمارا جواب بھی کل سننا چاہتے ہیں۔"

"اچھی بات ہے... آپ پریشان نہ ہوں، اللہ نے چاہا تو ہم انھیں دیکھ لیں گے.... فون کہاں سے کیا گیا تھا۔"

"شہر کے شمالی علاقے کے ایک پبلک فون بوتھ سے۔"

"اور کل کہاں سے کیا گیا تھا؟"

"شہر کے مغربی سرے سے۔"

"بہت خوب گویا انھیں فون کرنے کے لیے بھاگ دوڑ کرنا پڑ رہی ہے۔"

"لیکن جمشید! اب ہم کیا کریں گے.... کیا ہم ایک ارب ڈالر دے کر اپنی فائلیں واپس لے لیں گے۔"

"نہیں! ہم یہ رقم انھیں نہیں دیں، آپ فکر نہ کریں۔"

"ان کا فون آنے سے پہلے میں کل یہیں آ جاؤں گا جمشید۔"

"یہ زیادہ بہتر رہے گا.... آپ صدر صاحب کو بھی ان کے بارے میں بتا دیں۔"

"ایسا کرتے ہوئے ڈر لگتا ہے۔"

"مجبوری ہے... انہیں بتانا تو پڑے گا۔"

"اچھی بات ہے۔"

انہوں نے فون بند کیا ہی تھا کہ دروازے کی گھنٹی بجی۔

"دیکھو فاروق... باہر کون ہے۔"

آواز سے دشمنی ٹپکتی ہے... آپ تیاری کر لیں۔" فاروق بڑبڑایا۔

"کیا یہ بات تم نے مذاق میں کہی ہے۔" خان رحمان بولے۔

"نہیں... میں بہت سنجیدہ ہوں، ان حالات میں مذاق کی کسے سوجھتی

ہے۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"یہ بات تو ٹھیک نہیں بھئی۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"جی.... کیا مطلب... کون سی بات۔"

اسی وقت گھنٹی پھر بجی

دیکھا آپ نے ،دروازہ کھولنے جا نہیں رہے اور باتیں بگھارے جا رہے ہیں۔"

پہلے میں جاننا چاہوں گا ،کون سی بات درست نہیں ... بھئی ہنسو، مسکراؤ، چہکو اور فکر نہ کرو۔" انہوں نے شوخ آواز میں کہا۔

"آپ کہتے ہیں تو ہنس لوں گا، مسکرالوں گا اور چہک بھی لوں گا۔" اس نے مری مری آواز میں کہا۔

اس کے انداز پر سب مسکرائے اور اس نے اپنا رخ دروازے کی طرف کر دیا۔ اب سب کی توجہ دروازے کی طرف ہو چکی تھی۔ ایسے میں انسپکٹر جمشید نے ہانک لگائی۔

"بھئی پہلے پوچھ تو لو باہر کون ہے۔"

"جی اچھا۔" اس نے کہا۔

دروازے پر پہنچ کر اس نے قدرے بلند آواز میں کہا۔

"باہر کون صاحب ہیں۔"

یہ میں ہوں فاروق صاحب۔" ایک اجنبی آواز سنائی دی۔

"میں کون؟" "آپ نے مجھے پہچانا نہیں یہ میں ہوں۔" باہر سے کہا گیا۔

"ابھی دیکھا نہیں تو پہچان کیسے لیتا۔" فاروق نے جل کر کہا۔

"میرا مطلب ہے... آپ نے میری آواز نہیں پہچانی۔

"ارے...."

فرزانہ نے چلا کر کہا۔ ساتھ ہی بری طرح اچھلی بھی تھی۔

انہوں نے اس کی آنکھوں میں حیرت ہی حیرت دیکھی۔

☆☆☆

آخر کیسے

وہ سب فرزانہ کی طرف مڑے، اس وقت محمود کے منہ سے نکلا۔

"نن نہیں... نہیں۔"

"اوہو... کیا ہو گیا ہے تم لوگوں کو۔" پروفیسر داؤد بوکھلا اٹھے۔

"نن نہیں۔" فاروق گھبرا کر بولا۔

اب میں سمجھا... دروازے پر رضوان ہے۔"

"کیا!!! خان رحمان اور پروفیسر داؤد چلا اٹھے۔

"فاروق دروازہ کھول دو۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

کیا کہہ رہے ہو جمشید... وہ انتہا کا خطرناک ہے۔" پروفیسر داؤد نے کہا۔

"وہ اپنی خطرناکی دکھا چکا ہے... اب ہماری باری ہے۔"

'آخر فاروق نے دروازہ کھول دیا باہر واقعی رضوان موجود تھا، اس کے چہرے پر مسکراہٹ تھی... لیکن اس مسکراہٹ میں طنز شامل نہیں تھا دروازہ کھولتے ہی اس نے کہا۔

"آپ کا خیال غلط ہے۔"

"میرا خیال غلط ہے..."

"لیکن کون سا خیال؟" انسپکٹر جمشید نے حیران ہو کر کہا۔

"یہ کہ میں اپنی خطرناکی دکھا چکا ہوں... اور اب آپ کی باری ہے۔"

"تب پھر درست بات کیا؟"

یہ کہ میں نے آپ کو کوئی چالاکی نہیں دکھائی، نہ میں نے کچھ کیا ہے، آپ کو میرے بارے میں غلط فہمی ہوئی ہے... میں سیدھا سادا سا انسان ہوں..."

"مہربانی فرما کر آپ اندر آ جائیں۔ اندر آ کر بات کریں۔"

میں جانتا ہوں آپ مجھے گرفتار کر لیں گے، میں اس کے لیے ذہنی طور پر تیار ہو کر آیا ہوں... لیجیے... آپ مجھے گرفتار کر لیں... لیکن اس کا آپ کو کوئی فائدہ نہیں گا۔"

"کس کا۔" ان کے منہ سے نکلا۔

"گرفتار کرنے کا۔"

"یہ دیکھنا ہمارا کام ہے... نہ کہ آپ کا۔" انسپکٹر جمشید نے منہ بنایا۔

"یہ لیجیے پھر! میں آ گیا اندر... اب آپ کو جو کچھ کرنا ہے، کر لیں۔"

"آپ تشریف رکھیے اور یہ بتائیے، وہ فائلیں کہاں ہیں۔"

"انہیں کی تلاش میں تو دوبارہ آیا ہوں۔" وہ ہنسا۔

"کیا مطلب... فائلیں تو آپ لے جا چکے ہیں۔"

"لے جا چکا... میرا بھی یہی خیال تھا، دوسروں کا بھی، سبھی کا یہ خیال تھا لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ خیال غلط تھا۔ اس وقت تک جیت آپ کی ہے، لیکن اب میں آپ کی جیت کو ہار سے بدلنے کے لیے آیا ہوں۔"

"کیا مطلب جمشید! یہ اس نے کیا کہا۔"

"ٹھیک کہہ رہے ہیں، جسے یہ اپنی جیت خیال کر رہے تھے، وہ دراصل ان کی ہار تھی، جو فائلیں یہ لے گئے، وہ نقلی تھیں، اصل فائلیں میں اتنی آسان جگہ نہیں رکھتا۔"

"اوہ... اوہ۔ وہ مارا۔" فاروق چلایا۔

"خوش ہونے کا کوئی فائدہ نہیں، اس لیے کہ میں پھر یہاں دوبارہ موجود ہوں اور اس بار اصل فائلیں لے کے جاؤں گا۔"

"اچھا بھئی! دیکھیں گے ہم بھی آپ کا کمال۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"وہ شروع ہو چکا، آپ پہلے مرحلے پر شکست کھا چکے ہیں۔"

"ارے بھئی کون سی شکست کی بات کر رہے ہو۔"

مجھے اندر آنے کی اجازت دینا آپ کی پہلی شکست تھی... میرے ساتھ باتوں میں لگ جانا آپ کی دوسری شکست تھی۔ اور آپ کی تیسری شکست شروع ہو چکی ہے۔"

"پتا نہیں! کیا کہہ رہے ہو۔" انسپکٹر جمشید نے اس لمحے بہت الجھن محسوس کی۔

بلیک گولڈ تنظیم اتنی سیدھی اور آسان تنظیم نہیں جسے انسپکٹر جمشید جیسے لوگ

شکست دے سکیں... انسپکٹر جمشید کا ذہن ان کی منصوبہ بندی کی الف بے کو نہیں سمجھ سکتا۔"

"آپ باتیں بہت بڑھ بڑھ کر رہے ہیں اور کام کوئی دکھا نہیں رہے۔" فاروق نے منہ بنایا۔

کام دکھانے کی کیا ضرورت ہے۔ کام تو خود بخود ہو رہا ہے۔ کیا تم لوگ اپنے جسموں سے جان نکلتی محسوس نہیں کر رہے۔"

"کک... کیا... مطلب۔" ان سب کے منہ سے نکلا۔

تم اب صرف زبان ہلا سکتے ہو، ہاتھ پیر نہیں... ایسی ایک گیس میں اپنے ساتھ اندر لایا تھا۔ اگر میں کوئی دھماکا کرتا تو انسپکٹر جمشید تو روک لیتے سانس، یہ ٹھہرے سانس روکنے کے ماہر... تو میرا وہ وار چلا جاتا خالی لہٰذا میں ایسی گیس اپنے ساتھ لے آیا کہ اس کے بارے میں انسپکٹر جمشید کو بھی اندازہ نہ ہو سکا۔ اب آپ کیا کہتے ہیں۔"

اس کے لہجے میں گہرا طنز تھا۔ انہوں ہاتھوں پیروں کو حرکت دینے کی کوشش کی، لیکن دے نہ سکے، اب انہیں معلوم ہوا، وہ خالی پیلی دھمکیاں نہیں دے رہا تھا۔

ایسے میں انہوں نے اس کے ساتھیوں کو گھر کے اندر داخل ہوتے دیکھا، ستر یا اسی آدمی اندر داخل ہوئے پھر دروازہ اندر سے بند کر دیا گیا۔

"کیا حکم ہے سر۔" اب میں سے ایک بولا۔

"انسپکٹر جمشید کی زبان کھلواؤ، ان سے پوچھنا ہے کہ اصل فائلیں کہاں ہیں... جب تک یہ نہ بتائیں اپنا کام جاری رکھو، اس بات کی پروا نہ کرو کہ یہ زندہ بچتے

ہیں یا نہیں ہمیں ان کا اچار نہیں ڈالنا۔ مرتے ہیں تو مر جائیں۔ فائلیں تو ہم حاصل کر ہی لیں گے۔"

"لیکن سر کسی وقت بھی یہاں دخل اندازی ہو سکتی ہے، آئی جی وغیرہ فون کر سکتے ہیں صدر صاحب کا فون آ سکتا ہے۔ اس صورت میں ہم لوگ بھی خطرے میں گھر سکتے ہیں۔"

"نہیں گھریں گے، اس کا انتظام ہو چکا ہے، سب کو ایک اہم میٹنگ کے سلسلے میں بلایا گیا ہے، ہدایات جاری کر دی گئی ہیں کہ میٹنگ کے دوران نہ تو ان سے کوئی رابطہ قائم کیا جائے گا، نہ یہ لوگ کسی سے کوئی رابطہ کریں گے۔"

"اوہ... اوہ... آپ حیرت انگیز ہیں، بہت زیادہ حیرت انگیز۔" اس کا ماتحت بول پڑا۔

"مجھے اپنی تعریف سننے کا شوق نہیں۔" اس نے منہ بنایا۔

"مجھے افسوس ہے۔" ماتحت جلدی سے بولا۔

"ہم یہاں باتیں کرنے کے لیے نہیں آئے، ہمیں ان سے معلوم کرنا ہے اصل فائلیں کہاں ہیں۔"

"مسٹر رضوان! آپ نے جو ہمیں اپنی یادداشت گم ہونے والی کہانی سنائی تھی، کیا وہ سب ڈراما تھا۔"

"ہاں! بالکل۔" وہ ہنسا

"تب پھر ڈاکٹر کا غان سومرو کس خانے میں فٹ آتے ہیں۔"

"وہ بھی اس ڈرامے کا ایک حصہ ہیں، ہم لوگ ان کی بہت سی کمزوریوں کو جانتے ہیں، لہٰذا وہ ہمارے اشاروں پر ناچتے ہیں۔"

"اچھی بات ہے۔ بات سمجھ میں آ گئی۔ اب آپ ہمارے ابا جان سے ان فائلوں کے بارے میں معلوم کرنا چاہتے ہیں؟" فاروق نے کہا۔

"ہاں! یہی بات ہے۔"

"تو کر لیں معلوم! ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔"

"کیا کہہ رہے ہو.... دماغ تو نہیں چل گیا۔" انسپکٹر جمشید نے جھلا کر کہا۔

"یہ میں نے اس لیے کہا ابا جان کہ جب آپ کو معلوم ہی نہیں کہ فائلیں کہاں ہیں تو آپ انہیں بتائیں گے کیا۔" فاروق کی آواز میں شوخی تھی۔

"کک.... کیا مطلب... کیا کہا، مجھے یہ بات معلوم نہیں کہ فائلیں کہاں ہیں...انسپکٹر جمشید کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہاں! بالکل... میں جانتا ہوں، آپ کو نہیں معلوم۔"

"لیکن.... لیکن تمہیں یہ بات کس نے بتا دی، یہ بات تو میرے علاوہ کسی کو بھی معلوم نہیں۔" انسپکٹر جمشید کے لہجے میں حیرت تھی۔

"آپ نے ہی بتائی تھی ایک بار... یہ کہ آپ نے کچھ اہم ترین فائلیں اپنی خفیہ فورس کے ایک کارکن کے حوالے کی ہیں، لیکن آپ نہیں جانتے کہ وہ کارکن کون سا ہے۔"

"کیا بکواس ہے، میں نے اتنی فضول بات زندگی میں پہلے کبھی نہیں سنی۔"

"اب تو سن لی... لیکن ہے یہی بات اور یہ بات اس قدر مزے کی ہے مسٹر رضوان کی آج تمہاری بلیک گولڈ تنظیم کی ایسی کی تیسی ہو جائے گی، ابا جان نے وہ فائلیں جب اس نامعلوم کارکن کے حوالے کی تھیں، تب یہی بات پیشِ نظر تھی کہ دشمن ان فائلوں کو حاصل کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگائے گا، لہٰذا اس کے لیے کوئی ایسی ترکیب اختیار کی جائے کہ خود ہمیں بھی معلوم نہ ہو کہ فائلیں کہاں ہیں، اور حقیقت یہی ہے کہ اس وقت فائلیں کس کے پاس ہیں... یہ ہمیں معلوم نہیں۔"

"نن نہیں.... یہ جھوٹ ہے، بکواس ہے، نری گپ ہے، تم لوگ ہمیں الو نہیں بنا سکتے۔" رضوان چیخا۔

"ہمارے پاس اس کا ثبوت بھی موجود ہے۔" فاروق مسکرایا۔

"خبردار فاروق! تم ثبوت کے بارے میں نہ بتانا۔" انسپکٹر جمشید گرجے۔

"لیکن کیوں ابا جان! اس میں ہمارا کیا نقصان ہے۔"

"ہمیں ان لوگوں کو یقین دلانے کی کوئی ضرورت نہیں... ہمارے لیے یہی اطمینان بہت ہے... کہ ہمیں ان کے بارے میں کچھ معلوم نہیں۔"

"ثبوت کے بارے میں ہمیں بتا دیں، اس طرح آپ لوگ ظلم و ستم سے بچ جائیں گے۔" رضوان نے کہا۔

"ہاں جمشید.... ہم ثبوت کو چھپا کر کیا کریں گے جب کہ یہ اس ثبوت سے کوئی فائدہ سرے سے نہیں اٹھا سکیں گے۔"

"نہیں! ہم انھیں ثبوت کے بارے میں نہیں بتائیں گے۔"

"ڈراما.... یہ سب مل کر ڈراما کر رہے ہیں، بھلا اس طرح بھی اس قدر اہم فائلیں کسی کے حوالے کی جا سکتی ہیں۔" رضوان نے منہ بنایا۔

"ہاں کیوں نہیں، آپ خفیہ فورس کے کارکنوں کو نہیں جانتے، وہ جان دے سکتے ہیں، غداری نہیں کر سکتے۔" محمود نے فوراً کہا۔

"آخر ایسا کس طرح کیا گیا۔ انسپکٹر جمشید کو کیوں کر پتا نہیں چلا کہ فائلیں کس کے پاس ہیں۔"

اس کے لیے خاص پروگرام ترتیب دیا گیا تھا، چوٹی کے سو کارکنوں کو گھر بلایا گیا تھا۔ فائلیں ایک کمرے کے اندر رکھ دی گئی تھیں۔ مکان کی تمام لائٹیں بند کر دی گئی تھیں۔ ان کارکنوں کو بتایا گیا تھا کہ پروگرام کیا ہے لہٰذا گھپ اندھیرے میں فائلیں ان سو میں سے ایک اٹھا کر لے گیا۔"

"یہ کیا بات ہوئی۔ باہر نکلتے وقت تو اسے دیکھ ہی لیا گیا ہوگا۔ ظاہر ہے فائلوں پیکٹ ان میں سے صرف ایک کے پاس تھا۔"

"ہاہاہا۔" فاروق ہنسا، پھر محمود نے بھی اپنی ہنسی اس کی ہنسی میں شامل کر دی، آخر میں فرزانہ بھی ان کے ساتھ شامل ہو گئی۔

"یہ کیا بات ہوئی۔ یہ کیسی بے وقوفانہ اور بے تکی ہنسی ہے۔" رضوان نے برا سا منہ بنایا۔

"تم ہار گئے رضوان، تمہاری تنظیم ہار گئی اور انسپکٹر جمشید کی ذہانت جیت گئی۔ تم لوگ اس کی ذہانت کو نہیں پہنچ سکے۔" خان رحمان ہنسے۔

"آخر یہ کیسے ہوا، سو میں سے صرف ایک نے پیکٹ اٹھایا ہوا تھا، اب ظاہر ہے، مکان سے باہر نکلنے پر تو اسے دیکھ ہی لیا گیا ہوگا۔"

"ہاہاہا.... تم اتنا کچھ جان لینے کے باوجود انسپکٹر جمشید کی ترکیب کو نہیں جان سکے۔" اس بار پروفیسر شوخ آواز میں بولے۔

"آخر کیسے، کیسے؟"

رضوان چلا اٹھا۔ اس کا چہرہ غصے سے تن گیا۔

☆☆☆

سیاہ سوار

اب سب کی نظریں انسپکٹر جمشید کے چہرے پر جمی تھیں۔ سب سے زیادہ حیرت رضوان کے چہرے پر تھی۔ اس نے پھر بے چینی کے عالم میں کہا۔

"آپ نے بتایا نہیں، آخر یہ کیسے ممکن ہے، سو آدمیوں میں سے صرف ایک فائلوں کا پیکٹ اٹھا کر باہر نکلا تھا، کسی کو کیوں معلوم نہ ہو سکا کہ ان میں سے فائلیں کون لے گیا۔"

"اس سوال کا جواب بہت آسان ہے... اندھیرے کمرے میں سو پیکٹ رکھے گئے تھے۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"کیا کہا.... سو پیکٹ؟" مارے حیرت کے رضوان چلا اٹھا۔

"ہاں جناب، یہ حد درجے انوکھا طریقہ اختیار کیا گیا ہے۔ اب خفیہ فورس کے کارکنوں کے پاس وہ فائلیں موجود ہیں لیکن خود ہم میں سے کسی کو اور فورس کے ارکان میں سے کسی کو معلوم نہیں، فائلیں کس کے پاس ہیں۔"

"نن نہیں... نہیں... یہ نری گپ ہے۔"

"تب پھر ثبوت دیکھ لیں، ثبوت ہمارے گھر میں موجودہ ہے، ایک ویڈیو فلم کی صورت میں، تاریکی میں لیے گئے مناظر جب دیکھیں گے تو معلوم ہو جائے گا، بات

"تب تو ہم اطمینان سے اپنے گھر جا سکتے ہیں۔"

"ہاں کیوں نہیں ... بلیک گولڈ مکمل طور پر ناکام ہو چکی ہے وہ اب اس معاملے میں سامنے نہیں آئیں گے، لیکن اب ہمارا کام شروع ہوتا ہے۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"ہمارا کام ... جی کیا مطلب۔" فاروق گھبرا گیا۔

"کام کے نام سے ہی گھبرا گئے۔ جب شروع کریں گے تو نہ جانے کیا ہوگا۔" محمود نے منہ بنایا۔

"ہمارا کام ہے، ان مجرموں کو گرفتار کرنا تاکہ بلیک گولڈ تنظیم پھر ادھر کا رخ کرنے کی ہمت نہ کرے ... اور اس کے لیے ہمارے پاس ڈاکٹر کاغان سومرو موجود ہے ... رضوان نے کہا تھا۔ ڈاکٹر کاغان سومرو سے وہ کام لیتے رہتے ہیں، اب یا تو وہ ان کا آدمی ہے یا پھر مجبوری کی وجہ سے ان کے لیے کام کرتا ہے ... ایک منٹ ٹھہرو! فی الحال تو ہم بھاگ دوڑ نہیں کر سکیں گے، لہٰذا کسی اور کو بھیج دینا ہوگا۔"

اب انہوں نے اپنی خفیہ فورس کے کچھ کارکنوں کو ہدایات دیں ... اور فون بند کر دیا۔

"یہ ان سو میں سے شامل تو نہیں ہیں جمشید۔" پروفیسر داؤد نے چونک کر کہا۔

اوہ نہیں ... اب وہ سو کارکن اس پورے کیس کے خاتمے تک میدان میں نہیں آئیں گے، تمام شہریوں کی طرح اپنے روزمرہ کے کام کریں گے۔ گویا وہ چھٹیاں منا رہے ہیں۔"

"تب تو ٹھیک ہے۔"

اور پھر وہ وہاں سے گھر آ گئے، فی الحال پروفیسر داؤد، خان رحمان اور اکرام نے وہیں ٹھہرنے کا فیصلہ کیا تھا۔

جلد ہی خفیہ فورس کے کارکن کی طرف سے پیغام ملا، وہ کہہ رہا تھا۔

"سر: ڈاکٹر کاغان سومرو غائب ہے، ہسپتال کا عملہ اس کے بارے میں کچھ نہیں بتا سکا۔"

"کوئی بات نہیں۔ ہسپتال کی نگرانی جاری رہے گی ... کوئی خاص بات محسوس کرو تو فوراً مجھے اطلاع دینا۔ آنکھیں اور کان ہر وقت کھلے رہیں۔"

"او کے سر .... آپ فکر نہ کریں۔"

انھوں نے فون بند کیا ہی تھا کہ فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ ریسیور اٹھایا تو دوسری طرف سے رضوان کی آواز سنائی دی:

"آہا! تو آپ گھر پہنچ گئے۔"

"اور کیا کرتے۔"

"اچھا کیا! اب سنیے، ہماری تنظیم نے فیصلہ کیا ہے کہ ہم بھی فائلیں لیے بغیر یہاں سے نہیں جائیں گے۔ ہم ان سو کارکنوں کا سراغ لگائیں گے اور ان سو کے سو کو پکڑیں گے۔ پھر ان سے اگلوانا ہمارے لیے مشکل نہیں ہوگا کہ فائلیں دراصل کس کے پاس ہیں۔"

"آپ اپنا کام کریں، ہم اپنا کریں گے۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"اور آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ ہم نے سو میں سے ایک کارکن کو گرفتار کر بھی لیا ہے۔"

"غلط ... بالکل غلط۔"

"آپ تصدیق کر لیں، پتا چل جائے گا۔"

"او کے .... پتا کرتے ہیں۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"دوسری طرف سے فون بند کر دیا گیا۔

"یہ.... یہ اس نے کیا کہا.... ان لوگوں نے کارکن نمبر 1 کو گرفتار کر لیا ہے...."

"جلدی پتا کرو جمشید.... ان حالات میں تو پھر یہ کہا جائے گا، فائلیں غیر محفوظ ہیں۔" خان رحمان بری طرح گھبرا گئے، پروفیسر داؤد کا بھی رنگ اڑتا نظر آیا جب کہ محمود فاروق اور فرزانہ پرسکون تھے۔

"جمشید... تم نے کارکن نمبر 1 کے بارے میں معلوم کرنے کے لیے فون نہیں کیا۔" پروفیسر داؤد بولے۔

"جی ہاں! یہی بات ہے.... نہیں کیا۔"

"اوہو تو کرو نا بھائی۔ مارے فکر کے ہمارا برا حال ہے۔"

"نہیں کروں گا۔" انھوں نے کہا۔

"کیا کہا.. کارکن نمبر 1 کا حال معلوم نہیں کرو گے۔" خان رحمان چلائے۔

"جی ہاں! نہیں کروں گا۔"

"تم... جمشید.... عجیب انسان ہو... آخر کیوں نہیں معلوم کرو گے۔"

"جونہی میں اس سے رابطہ کروں گا اور وہ مجھ سے بات کرے گا، یہ لوگ اپنے آلات کے ذریعے اس کا سراغ لگالیں... لہٰذا میں ایسا نہیں کروں گا۔"

"اوہ.... اوہ.... اوہ۔"

ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

"اس کا مطلب ہے... انھوں نے کارکن نمبر 1 کو نہیں پکڑا۔"

"ہرگز نہیں.. کوئی کارکن فرض کیا ان کے قابو میں آجاتا ہے تو وہ اپنا نمبر کبھی نہیں بتائے گا.... وہ جان تو دے دے گا... لیکن نہ تو اپنا نمبر بتائے گا، نہ کوئی اور بات... اور فائلوں کے بارے میں تو یہ لوگ ایک لفظ معلوم نہیں کر سکتے... ابھی ان کا

واسطہ میری خفیہ تنظیم سے پڑا کب ہے.... ابھی تو پڑتا ہے۔"

"اگر آپ کو سو فیصد یقین ہے تو اس صورت میں ہم بھی مان لیتے ہیں کہ کارکن نمبر ایک گرفتار نہیں ہوا۔"

"اگر یہ لوگ کسی کو گرفتار کرتے تو صرف یہ اطلاع دیتے کہ انھوں نے خفیہ فورس کے ایک کارکن کو گرفتار کر لیا ہے، یہ ہرگز نہ کہتے کہ نمبر ایک کو گرفتار کر لیا ہے لہٰذا ثابت ہوا جونہی میں فون کروں گا، انھیں معلوم ہو جائے گا، میں نے کہاں فون کیا ہے۔"

"بات معقول ہے اور یہ راضوان کو منہ توڑ جواب ہے۔"

"اس کا اصلی نام بھی رضوان نہیں ہو سکتا... کچھ اور ہو گا۔"

اس وقت فون کی گھنٹی بجی۔ دوسری طرف پھر رضوان تھا:

"بہت چالاک ہو انسپکٹر جمشید۔"

"یہ سب اللہ کی مہربانی ہے نا جناب... اب آپ کا اصل نام کیا ہے۔"

"کیا ضرورت پیش آ گئی۔ اس نے ہنس کر کہا۔"

"آپ کو فائلوں کا سراغ لگانا ہے اور ہمیں سراغ لگانا ہے آپ کا۔"

"اچھی بات ہے... خادم کو سیاہ سوار کہتے ہیں۔"

"یہ کیا نام ہوا۔" ان کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہماری تنظیم میں ایسے ہی نام ہوتے ہیں، اگر اس نام پر یقین نہیں تو رضوان ہی چلنے دیں۔"

"اچھا سیاہ سوار صاحب.... ہم اپنا کام شروع کر رہے ہیں، اب آپ جانے آپ کا کام.. میں اب چلنے پھرنے کے قابل ہو گیا ہوں... کمزوری ضرور باقی ہے لیکن آہستہ آہستہ وہ دور ہو ہی جائے گی۔"

"یہ کہ کر انھوں نے فون بند کر دیا۔ اب انھوں نے اکرام کو ہدایات

دیں... وہ فوراً اٹھ کھڑا ہوا اور اپنے ماتحتوں کو فون کرنے کے لیے گھر سے چلا گیا۔

"فی الحال ہم آرام کر سکتے ہیں۔"

"کک.... کیا واقعی۔" فاروق کے لہجے میں حیرت تھی۔

"کیوں... کیا ہوا۔"

"آپ کے منہ سے آرام کا لفظ اچھا نہیں لگتا۔" فاروق نے فوراً کہا۔

پروفیسر داؤد اور خان رحمان ہنس پڑے جب کہ محمود اور فرزانہ برے برے منہ بنا رہے تھے...

اسی لمحے فون کی گھنٹی بجی۔ انسپکٹر جمشید نے ریسیور کان سے لگایا ہی تھا کہ بری طرح اچھلے۔

حیرت ہے

انہوں نے ریسیور رکھ دیا۔ اب ان کی آنکھوں میں خوف صاف نظر آ رہا تھا:

"کک... کیا ہوا ابا جان: کیا آپ نے بہت خوفناک خبر سنی ہے۔"

"کوئی ایسی ویسی.... مجھے ایک فیصد امید نہیں تھی کہ ایسی خبر بھی سننے کو مل سکتی ہے۔"

"اور وہ خبر کیا ہے۔"

"خفیہ فورس کا ایک کارکن واقعی غائب ہے اور یہ فون مجھے اسی نے کیا تھا۔"

"اوہ... اوہ اس نے کیا کہا ہے۔" وہ گھبرا گئے۔

"یہ کہ مجھے اغوا کر لیا گیا ہے، میں کسی نہ معلوم جگہ پر موجود ہوں سر..."

"اور... اور کیا اس کا نمبر ایک ہے؟" فرزانہ بے تابانہ بولی۔

نہیں: اس کا نمبر ایک نہیں ہے، اس نے مجھے اپنا نمبر نہیں بتایا، نہ میں نے پوچھا۔ صاف ظاہر ہے وہ دشمنوں کے قبضے میں ہے۔"

"اف مالک! اب کیا ہوگا، جو لوگ ایک خفیہ کارکن کو پکڑ سکتے ہیں، کسی نامعلوم جگہ پہنچا سکتے ہیں وہ باقیوں کو کیوں نہیں پکڑ سکتے... اس کا مطلب ہے، فائلیں

اب صحیح معنوں میں خطرے میں ہیں۔"

"ہاں اب یہ بات کہی جاسکتی ہے۔" انہوں نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"اللہ اپنا رحم فرمائے.. اللہ نہ کرے، وہی کارکن ہو، جس کے پاس فائلیں ہیں... تب... تب تو وہ اس سے اگلوالیں گے۔"

"نہیں! خیر یہ نہیں ہوسکتا، وہ اگلوا نہیں سکتے، لیکن کوئی اور طریقہ ضرور اختیار کرلیں گے... اس تنظیم کے ہاتھ واقعی بہت لمبے ہیں۔"

عین اسی لمحے فون کی گھنٹی بجی، انسپکٹر جمشید نے بے تابانہ انداز میں ریسیور اٹھایا تو دوسری طرف سے رضوان کی آواز سنائی دی۔

"اب آپ کی طبیعت کیسی ہے؟" اس کے لہجے میں گہرا طنز تھا۔

"میں خود کو بیمار بیمار محسوس کررہا ہوں۔" انہوں نے جواب دیا۔

"یہی اندازہ میرا تھا۔ اپنے کارکن کو بچانے کا شوق ہے تو تشریف لے آئیں۔ اگر اسے بچانے کے لیے آپ نہ آئے اور اس نے فائلوں کے بارے میں نہ بتایا، تب ہم اسے اس وقت سے ٹھیک تین گھنٹے بعد گولی ماردیں گے۔"

"لیکن یہ انصاف نہیں ہوگا، ذرا غور کریں، ہوسکتا ہے، فائلیں اس کے قبضے میں نہ ہوں۔"

"ہمیں اس سے غرض نہیں، ہم اس سے دوسرے کارکنوں کے بارے میں پوچھیں گے۔ انہیں پکڑیں گے، جنھیں پکڑیں گے ان سے اوروں کے بارے میں

پوچھیں گے۔ آخر کار ہم فائلوں تک پہنچ ہی جائیں گے... ساتھ میں انہیں ختم کرتے جائیں گے۔"

"آپ کو ایک بنیادی بات معلوم نہیں۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"بنیادی بات... آپ بتادیں۔" اس کے لہجے میں گہرا طنز تھا۔

"خفیہ کارکن ایک دوسرے سے واقف نہیں ہیں، نہ گھروں کے پتے جانتے ہیں، انہیں تو جب حکم دیا جاتا ہے تب وہ اس جگہ جمع ہوجاتے ہیں جہاں جمع ہونے کی انہیں ہدایات دی جاتی ہے۔"

"مگر اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اگر ایک کارکن ہمارے قبضے میں آسکتا ہے تو دوسرے کیوں نہیں آسکتے۔"

"اچھی بات ہے.... ہمیں کہاں آنا ہے۔"

"شاشان پہاڑی آجائیں، ملاقات ہوجائے گی.... اپنے کارکن کو بچاسکتے ہیں تو بچالیں۔"

"اب آپ کو ہماری کیا ضرورت پڑگئی پہلے تو ہمیں چھوڑ کر چل دیے تھے۔"

"کارکن ہاتھ آنے پر ضرورت محسوس ہوئی ہے۔"

"کیا مطلب؟" وہ چونکے۔

اس کے ساتھ ہی فون بند کردیا گیا۔

"حیرت اس بات پر ہے کہ انہوں نے خفیہ کارکن کا سراغ لگا کیسے لیا، جب کہ وہ میدان میں تنہا ہی نہیں۔ اگر مہم کے دوران قابو میں آجاتا تو کوئی بات نہیں تھی....

ان لوگوں کو اسی لیے مکمل طور پر چھٹی دے دی گئی ہے کہ کوئی ان کے بارے میں کچھ معلوم نہ کر سکے۔"

"خیر! اب پروگرام کیا ہے۔"

"ہم وہاں جائیں گے، ضرور جائیں اپنے کارکن کی خاطر کیوں نہیں جائیں گے۔"

"تب پھر چلو.... دیر نہ کرو۔"

اور وہ اپنے اسلحے سے لیس گھر سے نکل آئے، انہوں نے کسی کو ساتھ نہ لیا۔ بس اکرام ساتھ تھا۔

شاشان پہاڑی شہر کا خطرناک ترین جنگل تھا۔ اس جنگل میں لوگ دن کے وقت داخل نہیں ہوتے تھے۔ عام خیال یہ تھا کہ اس جنگل میں ڈاکوؤں کا راج ہے۔ ڈاکوؤں کے بڑے بڑے وہ گروہ وہاں رہتے ہیں۔ وہاں ایسے جھنڈ اور گھپائیں ہیں کہ ان میں مہینوں کسی کو تلاش کرتے رہو، کامیابی دور دور تک نظر نہیں آتی، یہ اس قدر طویل جنگل تھا کہ ڈاکو ایک طرف سے داخل ہو کر کسی بھی طرف نکل جاتے تھے۔

اصل بات یہ تھی کہ وہ ان کا ایک طرح سے گھر بن چکا تھا جب کہ چھاپہ مارنے والوں کو اندر کے راستوں کا قطعاً پتا نہیں تھا، اس لیے وہ بھول بھلیوں میں پھنس جاتے تھے اور ڈاکو ان پر ہنستے ہوئے نکل جاتے تھے۔

آج اسی جنگل میں بلیک گولڈ تنظیم نے انہیں للکارا تھا۔ اور وہ اپنے ساتھ پولیس لے کر نہیں چلے تھے۔

جنگل کے کنارے پہنچے تو شام ہو چلی تھی۔ پروفیسر داؤد کے ہاتھ میں ان اپنی کی تیار کردہ ایک دوربین تھی۔ محمود، فاروق اور فرزانہ کے ہاتھوں میں پروفیسر صاحب کے دیے ہوئے تحفے تھے۔ خان رحمان کے پاس اپنا ایک پستول تھا اور انسپکٹر جمشید صرف ایک پستول لے کر نکل آئے تھے۔ دیکھا جائے تو اس جنگل میں ایک پوری فوج کچھ نہیں کر سکتی تھی، وہ اپنے ساتھ بھاری تعداد میں پولیس اور اسلحہ لے آتے تو بھی کیا کر لیتے۔

"اب انہیں کیسے بتایا جائے... کہ ہم آگئے ہیں۔" پروفیسر داؤد نے دوربین چاروں طرف گھماتے ہوئے کہا۔

"بتانے کی ضرورت نہیں۔ انہیں معلوم ہی ہے کہ ہم آنے والے ہیں۔ وہ خود اشارہ کر دیں گے کہ ہمیں کس طرف آگے بڑھنا ہے۔"

"گویا ہم سیدھے ان کے جال میں پھنس گئے۔"

"ہم اور کر بھی کیا سکتے ہیں۔"

"اللہ اپنا رحم فرمائے۔"

اور پھر انہیں ایک طرف ٹارچ کی روشنی سے اشارہ دیا گیا۔

"اللہ کا نام لے کر آگے چلیں۔" انسپکٹر جمشید نے بولے۔

وہ چل پڑے۔ درخت پر درخت اس طرح پھیلے ہوئے تھے کہ راستہ چلنا دشوار تھا۔ اور انہوں نے یہ بھی محسوس کر لیا تھا کہ اشارہ بہت دور سے دیا گیا تھا۔

"آج پھنسے ہیں ہم پوری طرح۔" فاروق نے برا سامنہ بنایا۔

"یہ تو خیر غلط ہے۔" فرزانہ مسکرائی۔

"کیا غلط ہے، میری کوئی بات تمہیں کبھی درست لگی ہے آج تک۔" فاروق نے اسے گھورا۔

"غلط یہ ہے کہ ہم آج ہی بری طرح نہیں پھنسے، اکثر اوقات برے ہی پھنستے ہیں۔" فرزانہ بولی۔

"اب تم سے کون مغز مارے۔" فاروق نے جل کر گیا۔

"وہ دیکھو اشارہ پھر دیا گیا ہے۔"

کم بختوں نے کیا دشوار گزار میدان تلاش کیا ہے، مقابلے کے لیے۔"

پروفیسر داؤد کی آواز سنائی دی اور مسکرانے لگے۔

"میرے خیال میں تو انہوں نے بہت سوچ سمجھ کر اس میدان کو چنا ہے۔ ایک تو یہاں پوری فوج بھی ساتھ لے آتے تو وہ بھی ہمارے کام نہ آتے، یہ لوگ ایسی جگہ پر ہیں جہاں سے فوج کو نشانہ بنانا ان کے لیے حد درجے آسان ہوتا، دوسرے جب ڈاکوؤں کے گروہ یہ دیکھتے کہ فوج نے جنگل کو گھیرے میں لے لیا ہے تو وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ گھیرا ان کی گرفتاری کے لیے ہے اس لیے وہ بھی میدان میں نکل آتے ہیں۔ اس طرح پولیس یا فوج کو دو محاذوں پر لڑنا پڑتا ہے.... اور بہت نقصان اٹھانا پڑتا ہے، اسی لیے میں نے کسی کو ساتھ لانے کا پروگرام بنایا ہی نہیں، اب جو ہوگا، ہمارے ساتھ ہوگا، یا پھر سیاہ سوار اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ ہوگا۔ ڈاکوؤں کے گروہ شاید آنکھ اٹھا کر دیکھیں گے بھی نہیں کہ اس طرف کیا ہو رہا ہے، اپنے طور پر وہ یہ خیال کرلیں گے کہ ہو گئی

ہوگی جھڑپ دو گروہوں میں، اور ایسی جھڑپیں یہاں روزانہ کا معمول ہے۔ لہٰذا میں یہی کہوں گا، رضوان نے بہت سوچ سمجھ کر اس جگہ کا انتخاب کیا ہے۔"

"میں ابھی تک شدید الجھن میں ہوں، آخر ان لوگوں نے خفیہ کارکن کو کیسے پکڑ لیا۔" پروفیسر بولے۔

"اس پر حیرت مجھے بھی ہے اور ہماری حیرت وہی دور کرے گا..."

"لیکن جمشید! اس بات کا زیادہ امکان ہے کہ ہماری اس سے ملاقات نہ ہو سکے۔"

یہ سن کر وہ کانپ گئے پھر بولے۔

"اوہ ہاں! لیکن میں دعا کرتا ہوں کہ ایسا نہ ہوا اور اسے زندہ دیکھ سکیں، ویسے میرا اندازہ ہے اس کی گرفتاری میں اس کا کوئی قصور نہیں ہوگا۔ بلیک گولڈ نے کسی نہ کسی طرح اس کا سراغ لگا لیا ہوگا... اب ظاہر ہے اس میں اس کا کیا قصور ہو سکتا ہے۔"

اسی وقت ٹارچ سے پھر اشارہ دیا گیا۔

"یہ اشارہ بار بار اس لیے دے رہا ہے کہ کہیں ہم غلط راستہ نہ اختیار کرلیں۔"

ایسے میں ایک باریک سی پھنکار ان کے کانوں میں آئی۔ وہ چونک گئے، قدم فوراً روک لیے۔ ساتھ جھاڑیوں میں نظر دوڑائیں۔ انہوں نے دیکھا وہاں سیاہ رنگ کا پھنیر سانپ موجود تھا۔

"ارے باپ رے۔" انسپکٹر جمشید نے خوف زدہ انداز میں کہا۔

"کیا میں کچھ کروں جمشید، یہ بہت پھرتیلا ہے، اگر پستول کا وار بچا گیا تو پھر

اس سے بچنا مشکل ہو جائے گا۔"

"خیر اللہ کی مہربانی سے میرا وار خالی تو جائے گا نہیں .... پھر بھی آپ وار کر لیں۔"

پروفیسر داؤد نے اپنی جیب سے ایک گولی سی نکلی اور اس کو فضا میں اچھال دیا۔ وہ عین سانپ کے سر پر گری اور دھماکے سے پھٹی۔ سانپ بری طرح تڑپنے لگا اور دیکھتے ہی دیکھتے ساکت ہو گیا۔

اب وہ پھر آگے بڑھے۔ آخر وہ ایک پہاڑ نما ٹیلے تک پہنچ گئے۔ انہوں نے تینوں بار روشنی اسی ٹیلے سے نمودار ہوتے محسوس کی۔

"ہم آ گئے سیاہ سوار۔"

"ٹیلے کے دامن میں چلے آئیں... اس کے دوسری طرف میں موجود ہوں... میرے ساتھ قریباً دو سو آدمی ہیں، آپ لوگ اس وقت ان دو سو کے دو سو آدمیوں کی زد میں ہیں۔ لہٰذا کوئی ایسی ویسی حرکت کرنے سے پہلے یہ دیکھ لیجیے گا کہ آپ پر فائر کرنے کے لیے بے چین لوگ کہاں کہاں ہیں۔"

"اچھی بات ہے ہم ایسی کوئی حرکت نہیں کریں گے۔"

"چلے آئیں پھر ناک کی سیدھ میں۔"

اور پھر وہ درختوں کانٹوں اور جھاڑیوں سے گزرتے ٹیلے کے دامن میں پہنچ گئے، انہوں نے دیکھا، دامن میں ایک بڑا سا دروازہ تھا۔ وہ چوپٹ کھلا تھا۔ آس پاس کوئی بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔

"کہاں ہو بھئی۔" انسپکٹر جمشید نے ہانک لگائی۔

انھیں کوئی جواب نہ ملا، مرتے کیا نہ کرتے اس دروازے میں داخل ہو گئے۔

جونہی سب لوگ دروازے کے دوسری طرف پہنچے.... دروازہ زوردار آواز کے ساتھ بند ہو گیا.. اس وقت رضوان کی آواز ابھری:

"یہ دروازہ جن لوگوں پر بند ہو جاتا ہے، پھر نہیں کھلتا، لہٰذا اب تم لوگوں کے لیے نہیں کھلے گا۔ کیا سمجھے۔"

"یہی کہ اب ہم اس جنگل میں ختم کر دیے جائیں گے۔" محمود نے منہ بنایا۔

"ایسے کام ڈاکو آسانی سے کرتے ہیں۔" وہ ہنسا۔

"ہم سمجھے نہیں۔"

"بھئی تم لوگوں کو ختم کر کے کیا کریں گے ہم.... ہم تو یہاں تم لوگوں کا اچار ڈالیں گے۔"

"مہربانی فرما کر ہمیں بھی چکھا دیجیے گا۔" فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

"کیا کہہ رہے ہو... اپنا اچار خود چکھو گے۔" پروفیسر داؤد کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہاں! کیا حرج ہے انکل۔"

"لگتا ہے.. حالات نے تمہارے دماغ پر بہت اثر کیا ہے... ارے بھائی جب خود تمہارا اچار ڈال لیا جائے گا تو تم اس کو کیسے چکھو گے۔" خان رحمان نے جھلا کر کہا۔

"چکھ لوں گا، یہ میرا کام ہے، آپ کا نہیں۔" اس نے منہ بنایا۔

اندر گھپ اندھیرا تھا، انھوں نے ایک دوسرے کے ہاتھ پکڑ لیے اور پوری احتیاط سے قدم اٹھانے لگے۔ انھیں کچھ معلوم نہیں تھا کہ وہ کوئی کمرہ ہے یا کیا ہے، جب چلتے ہوئے کئی لمحے بیت گئے، تب انھوں نے محسوس کیا، وہ تو کوئی سرنگ تھی۔

"ارے باپ رے... یہ... یہ تو سرنگ ہے۔"

"ہاں تو پھر... سرنگ سے ڈرنے کی کیا ضرورت ہے۔" محمود ہنسا۔

"مم... میں سرنگ سے نہیں ڈر رہا ہوں۔"

"تب پھر۔"

"سرنگ میں کسی اور چیز سے بھی تو ملاقات ہو سکتی ہے۔"

"اچھا بھائی ڈرتے رہو ہمارا کیا جاتا ہے۔"

"اوہو! یہ کیا... میرے سامنے تو دیوار آ گئی ہے۔" انسپکٹر جمشید کی آواز سنائی دی۔

"اللہ کا شکر ادا کریں، کوئی چیز تو سامنے آئی۔" فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

"حد ہو گئی! یہ بھی کوئی خوشی کی بات ہے۔" محمود نے تلملا کر کہا۔

"اگر یہ رونے کی بات ہے تو تم رو لو.. مجھے خوش ہونے دو..."

"ارے باپ رے... یہ... یہ کیا۔" انسپکٹر جمشید کی بوکھلائی ہوئی آواز سنائی دی۔

"کک... کیا ہوا ابا جان۔"

وہ ایک ساتھ بولے۔ جواب میں ان کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا۔

☆☆☆

زبانی جال

"ہائیں! یہ اندھیرے میں ابا جان کہاں چلے گئے۔" فاروق کی خوف میں ڈوبی ہوئی آواز سنائی دی۔

"یار تمہیں ایسے میں بھی۔"

محمود کا جملہ درمیان میں رک گیا۔

"کیا ہو گیا ہے کچھ آگے بھی تو کہو نا۔" فرزانہ جھلا اٹھی۔

محمود کی طرف سے پھر کوئی جواب نہ ملا۔ اب تو ان کی سٹی گم ہو گئی... ٹٹول ٹٹول کر آگے بڑھے اور پھر ان کی ڈری ڈری آوازیں سنائی دیں۔

چند لمحے تک مکمل سناٹا طاری رہا، پھر فاروق کی آواز ابھری۔

"ہم شاید کسی جھولے میں جھول رہے ہیں۔"

"یہ جھولا نہیں جال ہے۔" فرزانہ کی آواز سنائی دی۔

"جج جال" خان رحمان بول اٹھے۔

"پہلے ہم کون سا بلیک گولڈ کے جال میں نہیں تھے کہ اب جال میں پھنس گئے ہیں۔" پروفیسر داؤد کی بھنائی ہوئی آواز لہرائی۔

"پہلے زبانی جال میں تھے اب عملی طور پر جال میں ہیں۔ ہاتھوں سے چھو کر دیکھ لو۔" انسپکٹر جمشید نے ہنس کر بولے۔

انہوں نے ہاتھوں سے چھوا، وہ واقعی ایک جال میں تھے اور شاید کس قدر اونچائی پر لٹک رہے تھے، کیونکہ جال زمین پر لگا ہوا نہیں تھا گویا اس سرنگ کے ختم پر نیچے جال پھیلا ہوا تھا۔ وہ اس پر گرے تھے اور اب اس میں لٹک رہے تھے۔

"بھائی سیاہ سوار عرف رضوان صاحب! آپ کہاں ہیں اور یہ ہمارے ساتھ کیا بلی چوہے کا کھیل کھیل رہے ہیں۔"

"مجھے اس کھیل میں مزہ آتا ہے۔" اس کی آواز سنائی دی۔

"وہ ہمارے بے چارے پیارے ساتھی کہاں ہیں۔" فاروق نے اٹک اٹک کر کہا۔

"خفیہ فورس کے کارکن کی بات کر رہے ہو کیا؟"

"ہم اور کر بھی کس کی سکتے ہیں۔"

"ایسی بھی کیا بات ہے، میری بات کر لو۔" وہ ہنسا۔

"آپ کی بات بھی کریں گے اور آپ سے بھی کریں گے۔" فاروق نے جلے کٹے انداز میں کہا۔

"معلوم ہوتا ہے آپ کو غصہ آ رہا ہے۔"

"نہیں تو... ہم تو خود غصے کو آ رہے ہیں، پوچھ لیں بے شک۔" فاروق نے فوراً کہا۔

"کیا پوچھ لوں.. اور کس پوچھ لوں۔"

"غصے سے پوچھ لیں کہ ہم اس کو آ رہے ہیں یا نہیں۔"

"انسپکٹر جمشید... آپ کا بیٹا کیا صرف فضول باتیں ہی کر سکتا ہے۔"

"جی... جی نہیں یہ کام کی باتیں بھی کر سکتا ہے۔"

"تب پھر اس سے کہیں، یہ یہاں کام کی باتیں کرے۔" رضوان نے جل کر کہا۔

"سنا تم نے فاروق۔"

"جی ہاں! سن لیا اور میں پوری پوری کوشش کروں گا... کہ اب صرف کام کی بات کروں... اور کوئی بات نہ کروں، لیکن آپ یہ بھی تو دیکھیں یہ ہمارے ساتھ کیا سلوک کر رہے ہیں... اور اصل کام کی طرف آتے نہیں، سب سے پہلے تو یہاں روشنی کا انتظام کریں، اندھیرے کو دیکھ دیکھ کر ہماری آنکھیں تھک گئی ہیں، کمرہ روشن ہوگا تو ان کی تھکن اتر جائے گی۔"

"کیا کہا کمرہ... تو تمہارا خیال ہے کہ ہم کسی کمرے میں ہیں۔" محمود چونکا۔

اگر ہم کسی کمرے میں نہیں ہیں تو ہم کسی اور چیز میں ہوں گے، بہر حال ہم کسی نہ کسی چیز میں ہیں ضرور۔"

"دیکھا آپ نے... یہ ان صاحب نے کام کی بات کی ہے۔" رضوان کی غراہٹ زدہ آواز سنائی دی۔

"تو آپ کا کیا بگڑتا ہے... کر دیں روشنی۔"

"تم لوگ اس پوزیشن میں کہاں... کہ میرا بال بھی بیکا کر سکو۔ یہ تو میری شرافت ہے اس قدر پیار محبت سے بات چیت کر رہا ہوں۔"

"شکریہ بہت بہتر۔"

"لو! تم بھی کیا یاد کرو گے... روشنی کر رہا ہوں... ڈر نہ جانا۔"

"کیوں جناب! ڈرنے کی یہاں کونسی بات ہے۔"

"ابھی معلوم ہو جائے گا۔"

اس وقت وہاں ہر طرف روشنی پھیل گئی۔ اب انہوں نے دیکھا کہ وہ سب بہت بڑے جال میں تھے.. سب کے سب ایک جال میں لٹک رہے تھے۔ جب کہ ان کے نیچے کوئی جھیل تھی۔ اس جھیل میں بڑے بڑے مگرمچھ منہ کھولے اوپر دیکھ رہے تھے، گویا انہیں بھی معلوم ہو چکا تھا کہ ان کا شکار ان کے سروں پر موجود ہے۔

"ذرا جال پانی سے قریب کرنا بھئی۔"

جال نیچے آنے لگا یہاں تک کہ پانی سے کچھ اوپر رہ گیا۔ اب تو مگرمچھوں نے بے چینی کے عالم میں اچھلنا شروع کر دیا۔ گویا وہ انہیں ہڑپ نے کے لیے بری طرح بے تاب تھے۔

"بہت بھوکے ہیں یہ.... ہمارے کتنے ہی دشمن ان کے پیٹوں میں جا چکے ہیں.. اور اب آپ لوگوں کی باری ہے آپ کی قبریں ان کے پیٹوں میں بنیں گی۔"

"آپ نے ہمیں یہاں اس لیے بلایا تھا کہ ہماری ملاقات خفیہ کارکن سے کرائیں گے.... اور ملاقات کروا رہے ہیں مگرمچھوں سے... یہ تو وعدہ خلافی ہے۔" فاروق نے ہانک لگائی۔

"ان لوگوں کو میدان میں لے چلو بھئی.... یہ بھی کیا یاد رکھیں گے۔"

اور پھر جال ایک طرف حرکت کرنے لگا یہاں تک کہ بلند درختوں کے درمیان آ کر رک گیا۔ زمین اس جگہ سے بہت نیچی تھی اور وہاں انہیں کچھ لوگ کھڑے نظر آ رہے تھے۔ وہ سب اوپر دیکھ رہے تھے، اتنی اونچائی سے ان کی شکلیں صاف دکھائی نہیں دے رہی تھیں۔

"کیا خیال ہے، اس اونچائی سے نیچے گرا دیا جائے۔" سیاہ سوار کی آواز سنائی دی۔

"یہ ہم سے پوچھا ہے یا کسی اور سے بات کی ہے۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"آپ لوگوں سے پوچھا ہے۔ اگر یہ اونچائی زیادہ محسوس ہوتی ہے تو جال نیچے کر کے بھی کھولا جا سکتا ہے۔" اس نے کہا۔

"آپ ہم سے کچھ نہ کہیں، جو آپ کے جی میں آتا ہے، وہ کریں۔"

اگر یہاں سے گرایا تو آپ کی ہڈی پسلی ایک ہو جائے گی اور آپ میرے کام کے نہیں رہ جائیں گے لہذا انہیں زمین سے دس فٹ اوپر رکھ کر جال کھول دیا جائے۔"

جال تیزی سے نیچے آیا اور پھر اچانک کھل گیا، وہ میدان میں جا گرے، میدان میں موجود لوگ پہلے ہی ادھر ادھر ہو چکے تھے۔

اب انہوں نے دیکھا، وہ سب کے سب سیاہ سوار کے ساتھی تھے اور ان کی حالت کو دیکھ کر بری طرح ہنس رہے تھے۔ ان کا حال یہ تھا کہ کئی ایک دوسرے کے اوپر گرے تھے۔

"یہ ... آپ لوگ ... کسی خوشی میں ہنس رہے ہیں بھلا ہمیں بھی بتا دیں

تاکہ ہم بھی آپ کی ہنسی میں شرکت کر سکیں۔" فاروق نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

اب سب اٹھ کر کھڑے ہو چکے تھے۔ انہوں نے دیکھا، ان کے چاروں طرف درخت اس طرح ملے ہوئے تھے جیسے دیوار ہو۔ وہ درختوں کی اس گول دیوار سے نکلنا چاہتے تو تو راستہ نہ پاتے۔ البتہ یہ دائرہ بہت بڑا تھا اور وہ خوب بھاگ دوڑ کر سکتے تھے۔

"ایک نظر اوپر ڈال لو۔" ہنسنے والوں میں سے ایک نے ہنس کر کہا۔

انھوں نے اوپر دیکھا۔ ہر درخت پر ایک آدمی کلاشن کوف لیے نظر آیا۔

"یہ ... یہ کیا، اتنے بہت سے درختوں پر اتنے بہت سے آدمی کہاں سے آ گئے، وہ بھی کلاشن کوفوں والے۔" فاروق نے حیران ہو کر کہا۔

"ہے کوئی تک اس سوال کا۔" محمود نے جھلا کر کہا۔

"میرے خیال میں تو نہیں۔" فرزانہ نے اس کی تائید کی۔

"ہمیں اب تک وہ کارکن نظر نہیں آیا جس پر قابو پایا گیا ہے۔" انسپکٹر جمشید نے بے تابانہ انداز میں کہا۔

"ضرور کیوں نہیں ... ابھی وہ آپ لوگوں کے درمیان ہوگا، ٹپکا دو بھئی بھی اسے بھی۔"

اسی وقت ایک شخص رسے سے بندھا ان کے درمیان آ گرا، گویا اسے کسی درخت پر رکھا گیا تھا۔

انسپکٹر جمشید کی نظریں اس پر جم گئیں۔ انھیں اپنے بدن میں سنسنی کی لہریں

دوڑتی محسوس ہوئیں۔ وہ واقعی ان کا کارکن تھا اور تھا بھی نمبر ایک۔ انھوں نے آگے بڑھ کر محمود کے چاقو سے اس کی رسیاں کھول دیں۔ منہ میں ٹھونسا ہوا کپڑا نکال دیا۔ پھر اس سے پوچھا۔

"ان لوگوں نے آخر تمہارا سراغ کس طرح لگا لیا۔"

"اس پر مجھے اب تک حیرت ہے سر۔" اس نے کہا۔

"مجھے تمہاری بات پر یقین ہے۔" وہ فوراً بولے۔

"کیا یہ اب تک تم سے کچھ معلوم کر سکے؟"

"جی نہیں۔ یہ ایک لفظ بھی نہیں اگلوا سکے، ویسے ان کا سارا زور اس پر تھا... فائلوں کا وہ پیکٹ کہاں ہے جو سو پیکٹوں میں سے اٹھایا گیا تھا چاہے اس میں فائلیں ہیں یا نہیں... لیکن میں نے انھیں نہیں بتایا کہ وہ پیکٹ کہاں ہے۔"

"بہت خوب! اگر تم بتا دیتے تو پھر یہ ہمیں یہاں نہ بلاتے... لیکن سوال پھر وہی ذہن میں ابھرتا ہے کہ آخر ان لوگوں نے تمہارا سراغ کیسے لگا لیا۔"

"میں اس سوال کا جواب نہیں دے سکتا سر... اس لیے کہ میں نہیں جانتا، تاہم میں اتنا کہہ سکتا ہوں، اس سلسلے میں میرا کوئی قصور نہیں ہو سکتا، میری کوئی کوتاہی نہیں ہو سکتی۔"

"اس کا مجھے یقین ہے۔ لیکن ہمیں یہ تو بہر حال معلوم کرنا ہوگا کہ ان لوگوں نے تمہارا پتا کیسے چلایا۔"

ایسے میں سیاہ سوار کی آواز ابھری۔

"آپ ایک کے سراغ کی بات کرتے ہیں... بہت جلد یہاں باقی ننانوے بھی موجود ہوں گے۔"

"کیا!!!"

انسپکٹر جمشید پوری قوت سے چلائے۔

☆☆☆

ہاتھ اٹھادو دوستو

چند لمحے سکتے کے عالم میں گزر گئے۔ پھر انسپکٹر جمشید کی حیرت میں ڈوبی آواز سنائی دی۔

"یہ... یہ کیسے ممکن ہے، یہ کیسے ہو سکتا ہے۔"

"ابھی جب وہ لوگ یہاں لائے جائیں گے، تو معلوم ہو جائے گا، یہ ہو سکتا ہے یا نہیں اور یہ ممکن ہے یا نہیں۔"

"حیرت ہے، کمال ہے۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"شاید آپ نے اپنی زندگی کی سب سے زیادہ حیرت انگیز خبر سنی ہے یہ۔" سیاہ سوار ہنسا۔

"ہاں! اس کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے۔"

"اس کا مطلب ہے، آپ بلیک گولڈ کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتے۔"

"یہی بات ہے، کیونکہ جتنا کچھ میں جانتا ہوں، وہ تو میرے کچھ بھی کام نہ آیا۔"

"تب پھر اپنی ناکامی کا اقرار کرو۔"

"میں اقرار کرتا ہوں۔"

"کیا کہہ رہے ہو جمشید! ابھی تک اس کی باتیں زبانی ہیں، 99 کارکن یہاں

کب پہنچے ہیں۔" پروفیسر داؤد نے انھیں ٹوکا۔

"ایک تو یہاں پہنچ چکا ہے، میرے لیے یہ بات کم حیرت کی نہیں ہے.. ارے ہاں نمبر1... یہ تمھیں لائے کیسے۔"

"سوتے میں گھر پر چھاپہ مارا گیا سر، میں اور میرے گھر کے افراد پرسکون انداز میں سو رہے تھے کہ یہ اندر داخل ہو گئے، مجھے بے ہوش کیا اور اٹھا لائے۔"

"اوہ... اچھا... اور وہ فائل... ان لوگوں نے وہاں فائل کے بارے میں بات نہیں کی؟" انھوں نے پوچھا۔

"نہیں... فائل کی بات یہاں آنے پر کی، میں نے کہہ دیا، فائل والا پیکٹ میرے پاس بھی اسی طرح موجود ہے جس طرح دوسروں کے پاس ہے، مجھے نہیں معلوم ،اس پیکٹ میں اصلی فائلیں ہیں یا نقلی ..... نہ یہ دیکھنا ہمارا کام ہے، اس پر انھوں نے پوچھا، تب پھر یہ کام کس کا ہے۔ میں نے کہہ دیا، یہ کام آپ کا ہے، کیا میں نے غلط کہا۔"

"وہ یہاں تک کہہ کر خاموش ہو گیا۔

نہیں نمبر 1! تم نے ٹھیک کہا، کیا ان لوگوں نے پیکٹ کے بارے میں معلوم کرنے کے لیے سختی بھی کی؟"

"ہاں! سر... جب سے یہاں لایا گیا ہوں... سختی برابر کر رہے ہیں.. آپ میرے کپڑے اٹھا کر دیکھ سکتے ہیں۔"

"اس کی ضرورت نہیں... اور تم فکر نہ کرو، ان کے جسم پر اسی طرح نشانات ڈالے جائیں گے۔"

"ہاہاہا۔" سیاہ سوار زور سے ہنسا۔

ایسے میں ایک درخت پر سے اشارہ موصول ہوا...

"کچھ اور کارکنوں کو لایا گیا ہے سر۔"

"ٹھیک ہے.... انھیں بھی یہیں جمع کر دو۔" سیاہ سوار کی آواز ابھری۔

"اللہ اپنا رحم کرے... آخر یہ ہو کیا رہا ہے، ایسا تو میری زندگی میں پہلے کبھی نہیں ہوا۔"

"اس کا... اس کا مطلب ہے جمشید... تمہارے طریقے میں، میرا مطلب ہے، ان سے رابطہ کرنے کے نظام میں کہیں نہ کہیں، کوئی نہ کوئی خرابی ضرور ہے، بس ان لوگوں نے اس خرابی سے فائدہ اٹھایا ہے، ہمیں وہ کمزور پہلو تلاش کرنا ہوگا۔"

پروفیسر داؤد نے جلدی جلدی کہا۔

"اب تو یہ لوگ یہاں لائے جا چکے ہیں، لہٰذا اس پہلو پر تو ہم بعد میں بھی غور کر لیں گے...."

اسی وقت اوپر سے دھم دھم کر کے کچھ لوگ اتر آئے... وہ سنبھل کر کھڑے ہوئے تو انسپکٹر جمشید کانپ گئے۔ وہ واقعی ان کی خفیہ فورس کے آدمی تھے۔ مارے حیرت کے اب تو ان کا برا حال ہو گیا، کیونکہ اس کا مطلب یہ تھا کہ سیاہ سوار غلط نہیں کہہ رہا تھا۔ تھوڑی دیر تک باقی لوگ بھی آنے والے تھے۔ انھیں رنج اور غم کا بھی احساس ہوا کہ وہ اپنے آدمیوں کا بچاؤ بھی نہ کر سکے۔

"تم نے دیکھا انسپکٹر جمشید... اتنی سی دیر میں یہاں دس آدمی آ دھمکے۔"

"جمشید یار... کہیں خفیہ کارکنوں کی فائل تو ان کے ہاتھ نہیں لگ گئی۔"

"وہ فائل میں اپنے گھر میں نہیں رکھتا، نہ دفتر میں رکھتا ہوں۔"

"تم اس کو جہاں بھی رکھتے ہو، اس بات کا امکان ہے کہ ان لوگوں نے اس کا سراغ لگا لیا ہو۔"

"اس طرح بھی یہ سوال باقی رہ جائے کہ ان لوگوں نے فائل کا سراغ کیسے لگا لیا۔" وہ پریشانی کے عالم میں بولے۔ پھر وہ ان کی طرف مڑے۔

"تم لوگ کیسے قابو میں آئے۔"

انہوں نے وہی بات بتائی جو نمبر ایک نے بتائی تھی۔

"تب بھی کہا جا سکتا ہے کہ وہ فائل ان کے ہاتھ لگ گئی ہے... لیکن خیر کوئی بات نہیں... یہ میرے سو کارکنوں کو ضرور گرفتار کر لیں... لیکن فائلوں کے بارے میں ان کو کچھ معلوم نہیں، کیونکہ میں نے یہ ہدایات دی تھی کہ ان میں سے کوئی پیکٹ کو نہ کھولے، بس خفیہ جگہ پر رکھ دے اور اس کے بارے میں کسی کو کچھ نہ بتائے۔ ہر کارکن اپنے پیکٹ کو اصل فائلوں والا پیکٹ خیال کرے۔ اس حالت میں یہ کارکنوں کو ضرور گرفتار کر سکتے ہیں، لیکن فائلیں اُن سے اب بھی اسی قدر دور ہیں۔"

"یہاں تک آپ کی بات ٹھیک ہے انسپکٹر جمشید میں اس بات کا اقرار کرتا ہوں۔" رضوان کی آواز ابھری۔

"بس تو پھر ناکامی تمہارا مقدر ہے۔"

"کیسے.... کیا ہم ان سب اب کی زبانیں نہیں کھلوا سکتے۔"

"یہ کرائے کے آدمی نہیں ہیں، نہ تنخواہوں کے لالچ میں میری فورس میں شامل ہے... یہ وہ لوگ ہیں جو تنخواہ نہیں لیتے۔"

"کک... کیا مطلب؟" اس بار رسوان کی حیرت زدہ آواز سنائی دی۔

"ہاں! یہ سب لوگ اپنے دین، اپنی قوم اور اپنے ملک کے لیے میری فورس میں شامل ہیں، میں انہیں کچھ دینا چاہوں تو یہ ناراض ہو جاتے ہیں... ان جیسے لوگ تو پورے ملک میں اور کسی کے پاس بھی نہیں ہیں... یہ ہے خفیہ فورس کا تعارف تو... ویسے میں ان کی جتنی بھی تعریف کروں کم ہے، ان لوگوں کی قربانیاں بے مثال ہیں۔"

یہ جان کر بہت خوشی ہوئی.... اب ان سب کو اپنی اپنی جان کی قربانی پیش کرنا ہوگی۔"

"اس کے لیے یہ ہر وقت تیار رہتے ہیں۔"

"وہ... وہ فائل کہاں تھی جمشید۔" پروفیسر داؤد بے چین ہو کر بولے۔

"افسوس! میں یہ نہیں بتا سکتا۔"

"لیکن اب کیا فائدہ.... فائل تو ان کے ہاتھ لگ چکی ہے۔"

"تب بھی میں نہیں بتا سکتا۔"

"لیکن کیوں انسپکٹر جمشید... کیوں نہیں بتا سکتے... جب کہ فائل ہمارے ہاتھ لگ چکی ہے۔"

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا... کہ فائل ان کے ہاتھ لگ چکی ہے... اس فائل میں تو بس کارکنوں کے نام اور پتے ہی ہیں نا...."

"جی ہاں بالکل۔" وہ ایک ساتھ بولے۔

"اور کارکن یہاں پہنچ چکے ہیں۔"

"بالکل۔" وہ سب بولے۔

"تب پھر یہ یہ کیوں جاننا چاہتے ہیں کہ میں نے وہ فائل کہاں رکھی ہے... انہیں تو خود بتا دینا چاہیے کہ فائل ہم نے فلاں جگہ سے پائی ہے۔"

اوہ... اوہ... واقعی ... مسٹر رضوان! جب تم کارکنوں کے نام پتوں والی حاصل کر چکے ہو.. تو پھر اس فائل کے بارے میں چھپانے کی کیا ضرورت ہے.. تم خود بتاؤ... تم نے فائل کہاں سے حاصل کی ہے۔"

چند سیکنڈ خاموشی کے عالم میں گزر گئے، رضوان کی آواز سنائی نہ دی... ایسے میں اوپر سے کچھ اور لوگ آ کر گرے...

"اف مالک! یہ تو شاید ۹۹ کے ۹۹ کو لا کر رہیں گے۔"

"تو کیا ہوا... ہمیں اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔" انسپکٹر جمشید ہنسے۔

وہ جب سے یہاں آئے تھے، پہلی بار ہنسے تھے... ورنہ یوں لگتا تھا جیسے ان کے ہوش اڑ گئے ہوں۔

"اللہ کا شکر ہے، آپ کی ہنسی تو سنائی دی۔"

"لیکن تم یہ بھی تو دیکھو... اب رضوان صاحب کی آواز کیوں سنائی نہیں دے رہی۔" انسپکٹر جمشید پھر ہنسے۔

"ہاں واقعی... رضوان صاحب... آپ کہاں... کہاں چلے گئے، ہمیں

آواز دیں، ہم یاد کرتے ہیں۔" فاروق نے گانے کے انداز میں ہانک لگائی۔

وہ سب مسکرانے لگے... رضوان کی آواز اب بھی سنائی نہ دی... ایسے میں انہوں نے درختوں کے اوپر دیکھا... وہاں کلاشن کوفوں والے بھی دکھائی نہ دیے۔

"یہ کیا... یہ تو سب کے سب غائب ہیں... اس کا مطلب ہے... اب ہم یہاں رہ گئے، ہمارے کارکن رہ گئے یا رضوان کے یہ چند لوگ۔" محمود نے مارے حیرت کے کہا۔

اب تو ان چند افراد نے بھی بوکھلا کر اوپر دیکھا، انہیں اوپر اپنے ساتھی کہیں بھی نظر نہ آئے۔ ان کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔

ایسے میں انسپکٹر جمشید کی سرد آواز ابھری۔

"تم لوگ ہاتھ اٹھا دو دوستو... تمہارے سب ساتھی فرار ہو چکے ہیں۔"

☆☆☆

یہ کیا ہوا

"یہ... یہ کیسے ہو گیا، اس قدر جلد یہ کیوں بھاگ نکلے؟" خان رحمان کے لہجے میں حیرت تھی۔

"پول کھل گیا بے چاروں کا۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"کیا مطلب... پول کھل گیا۔"

"ہاں پول... ان لوگوں نے بہت بڑا ڈرامہ کیا تھا... اور میں نے اس ڈرامے میں ان کا پوری طرح ساتھ دیا، یہ سوچ کر کہ دیکھتے ہیں، ان کا ڈرامہ کہاں تک چلتا ہے۔"

"ہم اب بھی نہیں سمجھے۔"

"یہ اب تک ہمارا ایک کارکن بھی نہیں پکڑ سکے۔"

"جی... کیا مطلب۔" سب کے سب بری طرح اچھلے۔

"یہ آپ نے ایک اور سنائی... آپ نے کہا ہے کہ یہ اب تک آپ کا ایک کارکن بھی نہیں پکڑ سکے.... جب کہ کارکن ہمارے سامنے ہیں اور آپ ان سے بات چیت تک کرتے رہے ہیں۔"

"ہاں! یہی بات ہے.... جس طرح میں نے سو فائلیں تیار کروائی تھیں، اسی طرح میں نے سو کارکن بھی تیار کیے تھے... یعنی فرضی کارکن۔"

"کیا!!!" وہ سب کے سب چلا اٹھے۔

"ہاں! یہی بات ہے، ان لوگوں نے کارکن نمبر 1 کو پکڑا ضرور تھا، لیکن فرضی کارکن کو اور ان کے ناموں کی فائل میں نے ایک خفیہ خانے میں خانے میں رکھ دی تھی۔ ان لوگوں کو چکر دینے کے لیے مجھے بھی بہت پاپڑ بیلنا پڑے ہیں، لیکن افسوس!" انھوں نے سرد آہ بھری۔

"اب یہ لیکن افسوس کہاں سے ٹپک پڑا۔" فاروق نے مارے حیرت کے کہا۔

"مقابلے کے بغیر وہ بھاگ نکلا، میں نے تو سوچا تھا، مزہ رہے گا، لیکن اس نے وقت سے کچھ پہلے میری ساری منصوبہ بندی بھانپ لی۔"

"چلیے چھوڑیں... اس کے کچھ آدمی ہمارے قابو میں آ گئے ہیں، یہی بہت ہے، زخم چاٹتا رہے گا۔"

"اوہ ہاں! میرا خیال ہے، وہ انھیں چھڑانے کے لیے تو ضرور آئے گا.... اب چلنے کی تیاری کرتے ہیں۔ ان لوگوں کو محکمہ سراغرسانی کی حوالات میں رکھیں گے اور وہیں ہم اس کا انتظار کریں گے۔"

"اور اگر وہ نہ آیا۔"

"تب پھر ہم اس کی تلاش میں نکلیں گے، برے کو اس کے گھر تک پہنچانا ہماری عادت ہے۔"

"ہم مارے گئے تب تو مہم گویا ختم نہیں ہوئی۔" فاروق نے برا سا منہ بنایا۔

"لیکن ان درختوں کی دیوار سے باہر کیسے نکلیں گے۔"

"کوئی دروازہ رکھا گیا ہوگا، وہ ہمیں نظر نہیں آ رہا، یہ لوگ بتائیں گے۔" انسپکٹر جمشید نے رضوان کے ساتھیوں سے کہا۔

پھر وہ شہر پہنچے، قیدیوں کو حوالات میں بند کیا اور گھر آ گئے، کیونکہ اس قدر جلد تو رضوان کے واپس آنے کی امید تھی نہیں۔ انھوں نے سوچا صبح کے اخبارات میں جب تفصیلات شائع ہوں گی تو ان میں یہ بات بھی ہوگی کہ بلیک گولڈ تنظیم کے کارکنوں کو محکمہ سراغرسانی کی حوالات میں رکھا گیا ہے، لہٰذا اس رات اس کے آنے کی امید کی جا سکتی ہے، چنانچہ گھر آ کر وہ لمبی تان کر سو گئے۔ دوسرے دن اخبارات میں ان کی خواہش کے مطابق خبریں لگی ہوئی تھیں، لیکن فون پر ملنے والی خبر ان سب خبروں سے زیادہ تیز تھی۔ اکرام کہہ رہا تھا:

"سر! وہ رات کسی وقت حوالات سے اپنے آدمی چھڑا کر لے گیا، عملے کے لوگ بے ہوش پائے گئے ہیں، انھیں ہسپتال پہنچا دیا گیا ہے۔"

یہ خبر سن کر وہ سکتے میں آ گئے، لیکن ابھی اکرام کی بات پوری نہیں ہوئی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا:

"اور سر خالی حوالات سے رضوان کا رقعہ ملا ہے۔ اس میں لکھا ہے، ہم اب پوری طرح حرکت میں آ چکے ہیں، فائلیں لیے بغیر ہرگز نہیں جائیں گے۔"

"اچھی بات ہے اکرام ہے... وہ رقعہ یہاں لے آؤ..."

"جی اچھا۔" اکرام نے کہا۔

جلد ہی وہ ناشتے کے دوران اس رقعے کو سامنے رکھے باتیں کر رہے تھے۔

''میرے خیال میں آخری معرکہ زوردار ہوگا۔''

''جج...جی... کیا کہا... آخری معرکہ۔'' فاروق نے بوکھلا کر کہا۔

''ہاں! کیوں.... کیا ہوا۔''

''میرا.... مطلب ہے، یہ تو کسی ناول کا نام ہوسکتا ہے۔''

''دھت تیرے کی۔'' محمود نے جھلا کر اپنی ران پر ہاتھ مارا۔

''اور جمشید مجھے فائلوں کا فکر کھائے جا رہا ہے۔'' پروفیسر داؤد نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

''کیوں انکل! ایسی کیا بات ہوگئی۔''

اتنا کچھ ہو چکا ہے... اب بھی اگر وہ فائلیں لے جانے میں کامیاب ہوگئے ہماری تو خوب بھد اڑے گی۔''

''چلیے انکل کوئی بات نہیں، یوں بھی تو بھد اڑے بہت دن ہوگئے۔''

''کیا کہہ رہے ہو۔'' محمود اس پر الٹ پڑا۔

''کھاٹ کانے کو کیوں دوڑ رہے ہو۔'' فاروق سہم گیا۔

''یہ کیا ہوتا ہے، کھاٹ کانے؟'' خان رحمان کے لہجے میں حیرت تھی۔

''اوہ معاف کیجیے گا انکل۔'' فاروق نے گھبرا کر بولا۔

''مم... معاف کیا، لیکن یہ تو تم نے بتایا ہی نہیں کہ کھاٹ کانے کیا ہوتا ہے۔''

''مم... میرا مطلب تھا کاٹ کھانے کو۔''

''حد ہوگئی۔'' فرزانہ بھنا اٹھی۔

''ہوگئی ہوگی، کوئی نئی بات نہیں، حد تو ہوتی ہی رہتی ہے۔'' فاروق جلدی جلدی بولا۔

''یہ لوگ ہمارے کان کھا جائیں گے... چلو تم اپنے کمرے میں جا کر بیٹھو۔'' انسپکٹر جمشید نے آنکھیں نکالیں۔

''جی... جی اچھا۔'' یہ کہتے ہوئے تینوں اٹھ کھڑے ہوئے۔

''یار جمشید... مزہ آرہا ہے۔''

''میں نے تو نہیں دیکھا... اور تم گئے نہیں۔''

''جی.. یہ گئے... یہ گئے۔'' انہوں نے گھبرا کر کہا۔

اور پھر وہ اپنے کمرے کی طرف دوڑے۔

''میں نے کہا تھا نا.... جمشید... ان کی باتوں سے مزہ آرہا ہے۔'' پروفیسر داؤد نے منہ بنایا۔

''ابھی بلا لیتے ہیں، آپ پریشان نہ ہوں۔''

عین اس لمحے انہوں نے ان تینوں کی دل دوز چیخیں سنی، انسپکٹر جمشید نے دروازے کی طرف چھلانگ لگائی، لیکن دروازہ تو دوسری طرف سے بند تھا.. انہوں نے بیرونی دروازے کی طرف دوڑ لگا دی، تاکہ پائیں باغ کی طرف کمرے میں داخل ہوسکیں۔ کھڑکی کی طرف پہنچ کر وہ سکتے میں آگئے۔ کھڑکی کھلی تھی۔ محمود، فاروق اور فرزانہ

غائب تھے۔انہوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ... گاڑی کی طرف دوڑ پڑے... لیکن ساتھ ہی وہ محسوس کر رہے تھے کہ بہت دیر ہو چکی ہے۔جب تک وہ کار نکال کر سڑک پر پہنچیں،وہ نہ جانے کہاں پہنچ چکے ہوں گے۔پھر انہوں نے کار نکال ہی لی...پروفیسر داؤد اور خان رحمان بھی بالکل تیار تھے۔وہ اچھل کر کار میں داخل ہو گئے۔بیگم جمشید حیرت زدہ سی دروازے پر کھڑی تھیں...

کار سڑک پر لا کر انہوں نے دائیں بائیں غور سے دیکھا۔کوئی کار طوفانی رفتار سے جاتی نظر نہ آئی..

"اب کیا کریں۔"

"صبر۔" خان رحمان نے منہ بنایا۔

"ہاں!میرا خیال ہے صبر ہی بہتر ہے۔" وہ مسکرائے۔

عین اس لمحے ان کے موبائل کی گھنٹی بجی۔انہوں نے فوراً سیٹ کان سے لگا لیا۔دوسری طرف سے رضوان کی شوخ آواز سنائی دی۔

"اب آپ فائلیں ساتھ لائیں گے تو کوئی بات ہو گی۔"

"خیال درست نہیں۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"کون سا خیال۔"

اس وقت پروفیسر داؤد نے انہیں اشارہ کیا کہ اسے باتوں لگائے رکھو... خود ایک آلہ نکال کر اس کا بٹن دبا دیا۔

"پروفیسر صاحب نے کوئی آلہ آن کیا ہے... میری سمت معلوم کرنے کے

لیے۔لیکن سمت تو میں کسی وقت بھی بدل سکتا ہوں..."

"ضرور بدل لینا۔" پروفیسر بولے۔

"میں نے کہا ہے... کہ ہم فائلیں لے کر نہیں آئیں گے،ان کے بغیر کہیں آنے کی دعوت دیتے تو آ جاتے ہیں۔"

"اس صورت میں تینوں بچوں کی لاشوں سے ملاقات کرنا ہو گی۔"

"اللہ مالک ہے...میں بچوں کی خاطر فائلیں نہیں دے سکتا۔"

"او کے... بہت جلد بری خبر سنو گے۔"

ساتھ ہی پروفیسر داؤد نے اشارہ کیا...انہوں نے فوراً سیٹ بند کر دیا اور کار اس طرف ڈال دی۔

"ٹھیک ہے جمشید...اب اس کا فون بند ہو گا.. تب بھی ہمیں اس کی سمت معلوم ہوتی رہے گی۔"

"کک... کیا واقعی۔"

"ہاں بالکل!اسی لیے تو اس نے چونک کر کہا تھا،پروفیسر داؤد نے کوئی آلہ آن کیا ہے۔"

"تب یہ آلہ حیرت انگیز ہے اور ان شاء اللہ اب ہم اسے جا لیں گے۔"

اب انہوں نے کار پوری رفتار پر چھوڑ دی۔

"شش شاید ہم خطرناک رفتار کو چھو چکے ہیں...سڑک پر ٹریفک بھی بہت ہے۔"

"جمشید۔" خان رحمان نے فکر مندانہ انداز میں کہا۔

"میں بھی یہی کہنے والا تھا جمشید ...اب وہ جہاں بھی جائے گا... ہم اس تک پہنچ جائیں گے۔"

"کیا آپ کو یقین ہے۔"

"ہاں جمشید! جب تک اس نے فون نہیں کیا تھا، میرے لیے اس کا سراغ لگانا ممکن نہیں تھا، لیکن فون آن کرنے کے بعد یہ کام آسان ہے۔"

"اچھی بات ہے، میں رفتار کم کر لیتا ہوں۔"

پھر وہ مناسب رفتار پر چلتے رہے، پروفیسر داؤد آلے میں دیکھ کر انہیں سمت بتاتے رہے۔ آخر وہ ایک بڑی سی عمارت کے سامنے پہنچ گئے۔ اس عمارت کو دیکھ کر انہیں بہت حیرت ہوئی۔

"جمشید! یہیں روک لو... پہلے اکرام اور اس کے ماتحتوں کو آنے دو... جب تک وہ عمارت کے گرد گھیرا نہیں ڈالتے... ہمارا آگے بڑھنا ٹھیک نہیں۔"

"لیکن اس طرح بہت دیر ہو جائے ... ایسا کرتے ہیں، میں آگے جاتا ہوں، آپ اکرام کو اطلاع دے دیں۔"

"نہیں جمشید ... یہ نہیں ہوگا، ہم ساتھ چلیں گے۔" یہ کہتے ہوئے پروفیسر داؤد نے جیب سے ایک سگار نکال کر منہ میں دبا لیا اور لائٹر ہاتھ میں لے لیا۔

"اچھی بات ہے... آپ فون تو کر دیں اسے..."

خان رحمان اکرام کو ہدایات دینے لگے... اور انسپکٹر جمشید نے کار عمارت

کے عین دروازے کے سامنے کھڑی کر دی... دروازے پر دو چوکیدار گیٹ بند کرنے میں مصروف تھے، شاید کوئی کار ابھی ابھی اندر گئی تھی۔

"بھئی ہمیں بھی گزر جانے دو۔"

"اجازت نہیں ہے سر۔"

"اچھا تو پھر یہ دیکھو... یہ رہی اجازت۔"

یہ کہہ کر پروفیسر داؤد نے دو گولیاں ان کی طرف اچھال دیں... دو ہلکے سے دھماکے ہوئے اور وہ لمبے لیٹے نظر آئے۔

"خان رحمان نیچے اتر کر انہیں ایک طرف کر دو... کہیں کچلے نہ جائیں۔"

"میں فون کر رہا ہوں... یہ کام پروفیسر داؤد کر لیں۔" انہوں نے جھلا کر کہا۔

"حد ہو گئی، ہم تو محمود، فاروق اور فرزانہ کی طرح لڑنے لگے..."

پھر انہیں ایک طرف کر کے اندر داخل ہوئے... دوسرا لمحہ چونکا دینے والا تھا۔

☆☆☆

کالا جن

انہوں نے دیکھا، عمارت کا ایک بہت کشادہ صحن تھا۔ اس صحن میں ڈاکٹر کاغان سومرو ایک گاڑی کی طرف منہ کیے کھڑا تھا اور گاڑی سے رضوان اتر رہا تھا۔ گاڑی کے پچھلے حصے میں محمود، فاروق اور فرزانہ بے ہوش پڑے تھے، رضوان کے تین ماتحت بھی گاڑی کے پچھلے حصے میں ان کے ساتھ موجود تھے اور ابھی وہ گاڑی سے اترے نہیں تھے کہ یہ لوگ اندر داخل ہو گئے۔

اسی لمحے ان لوگوں نے محسوس کر لیا کہ کوئی اندر داخل ہوا ہے۔ وہ چونک کر ان کی طرف مڑے اور پھر ان سب کی آنکھیں مارے حیرت کے پھیل گئیں۔

"یہ... یہ کیسے ممکن ہے۔" رضوان کے منہ سے نکلا۔

"کیا کیسے ممکن ہے۔" انسپکٹر جمشید مسکرا دیے۔

"آپ لوگ یہاں کیسے پہنچ گئے.... درمیانی فاصلہ اتنا نہیں تھا کہ آپ نے میری گاڑی کو دیکھ لیا ہو اور نہ آپ اس قدر تیز ترین ڈرائیونگ کر سکتے ہیں کہ مجھ تک پہنچ جاتے، پھر آپ کو کیسے معلوم ہو گیا کہ ہم اس عمارت میں داخل ہوئے ہیں۔"

"کالے جن کے ذریعے... ایک کالا جن میرا غلام ہے بس جب میں اسے کہتا ہوں نہ اے کالے جن حاضر ہو جا... وہ حاضر ہو جاتا ہے اور جو حکم دیتا ہوں بجا لیتا ہے، میں نے اس سے کہا... ہمیں اس کوٹھی میں پہنچا دے، جس میں ہمارے بچوں کو

لے جایا گیا ہے... تو بس جن صاحب ہمیں یہاں لے آئے... پروفیسر صاحب انہیں جن دکھا دیں۔"

"کک... کیا کہا... انہیں جن کھا دوں۔"

"ہاں! انہیں جن دکھا دیں۔"

"م... میں کیسے دکھا دوں جن۔ غلام وہ تمہارا ہے اور دکھا میں دوں۔"

"لیکن اس وقت وہ آپ کے ہاتھ میں ہے۔" انہوں نے آلے کی طرف اشارہ کیا۔

"اوہ اچھا۔ ہاں... یہ... واقعی... یہ لو بھئی... دیکھ لو یہ رہا جن تم بھی کیا یاد رکھو گے... جن کیسا ہوتا ہے... ایسا ہوتا ہے کالا جن۔" پروفیسر داؤد جلدی جلدی بولے۔

"فاروق کی کمی پوری کر دی۔" خان رحمان مسکرائے۔

"یہ... یہ کیا ہے۔" رضوان بولا۔

"یہ وہی ہے جس نے ہمیں یہاں تک پہنچایا ہے۔ ہم نے تو آپ کا لحاظ کیا ہے ورنہ ہم تو آپ سے پہلے یہاں پہنچ کر آپ کا استقبال کر سکتے تھے۔" خان رحمان نے جوش کے عالم میں کہا۔

"اور کیا... لیکن یار خان رحمان... اس صورت میں کاکٹر ڈاغان کا کیا بنتا۔"

"یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے، یہ ہمارا استقبال کر لیتے۔"

"حد ہو گئی حد ہو گئی۔" انسپکٹر جمشید جھلا اٹھے۔

"دوبار کیوں کہا۔" خان رحمان نے پوچھا۔

"بھئی ایک بار تمہارے لیے، اور ایک بار میرے لیے۔" پروفیسر مسکرائے۔

"میں... میں واقعی حیران ہوں۔" رضوان نے کہا۔

"تت... تو کیا ڈاکٹر کاغان... ہائیں یہ ابھی تھوڑی دیر پہلے میں نے ان کا کیا نام لے دیا تھا۔"

"جلدی خیال آگیا... کچھ نہ کچھ لے ضرور دیا تھا... یہ نہیں کہ کچھ بھی نہ لیا ہو۔"

"خیر چھوڑو ہمیں کیا... ہوگا کچھ ان کا نام اور لے لیا ہوگا کچھ میں نے ان کا نام، اصل مسئلہ تو مسٹر رضوان کی حیرت کا ہے... اب ہم اس کو کیسے دور کریں۔"

"دور کرنے کی بجائے پاس کیوں نہ کریں... کم از کم فیل نہیں ہوگی۔"

"ایسی اوٹ پٹانگ باتیں تو شاید آج تک محمود فاروق اور فرزانہ نے بھی نہیں کی۔"

"تب تو ہمیں انعام.. ارے باپ رے.. یہ... کیا چیز نکال لی۔" پروفیسر داؤد نے بوکھلا کر کہا۔

انہوں نے چونک کر دیکھا... اس کے ہاتھ میں ایک عجیب وغریب پستول نظر آیا۔ پھر اس کی زہریلی آواز سنائی دی۔

"تم لوگ کیا سمجھتے ہو... بچ کر نکل جاؤ گے۔"

"اگر ہم بچ کر نہیں نکل سکتے تو تم بچ کر نکل جانا۔" پروفیسر داؤد بولے۔

"کیا... کیا کہہ رہے ہیں... ہم نے ان کی وجہ سے چکر کھائے ہیں پاپڑ بیلے ہیں... اور آپ کہہ رہے ہیں، نکل جانا۔" خان رحمان نے جھلا کر کہا۔

"واہ... کیا چیز یاد دلا دی... ویسے خستہ پن میں پاپڑ کا جواب نہیں ہوتا.. کوئی اور چیز اتنی خستہ نہیں ہوتی جتنی پاپڑ... اور خاص طور پر بھابی تو حد درجے خستہ بناتی ہیں... کیا خیال ہے جمشید.. آج ہو جائے پاپڑوں کی دعوت۔"

"یہاں سے فارغ ہو گئے تب نا... انسپکٹر جمشید جل گئے۔

"ہو چکے تم فارغ.... تین ساتھی پہلے ہی بے ہوش ہیں اور اب تم بے ہوش ہو رہے ہو.... اور تمہاری کوئی چال اس آلے کے مقابلے میں کامیاب نہیں ہو سکتی... چاہے تم اپنے کالے جن کو بھی میدان میں لے آؤ۔"

یہ کہتے ہی ڈاکٹر کاغان سومرو نے اس آلے کا بٹن دبا دیا... ساتھ ہی انہوں نے لمبی چھلانگیں لگائی اور دور جا گرے... لیکن اس سے نکلنے والی گیس آن کی آن میں ہر طرف پھیل چکی تھی۔ بے ہوش ہونے سے پہلے انہوں نے ڈاکٹر کاغان کی آواز سنی۔

"اب اپنا سانس روک کر دکھاؤ انسپکٹر جمشید... مان جائیں گے تمہیں۔"

"کک... کیا مان جائیں... پروفیسر داؤد نے بے ہوش ہوتے ہوتے کہنے کی کوشش کی...

پھر وہ ساکت ہو گئے۔

"اس سے پہلے کہ ان کے ماتحت یہاں آئیں اور عمارت کو گھیریں، انہیں خفیہ جگہ پہنچا دو... ظاہر ہے ان لوگوں نے اپنے ماتحتوں کو فون کر دیا ہو گا اور وہ آتے ہی

ہو گے۔'' ڈاکٹر نے کہا۔

''بالکل ٹھیک۔'' رضوان بول اٹھا۔

ان کے ماتحت حرکت میں آ گئے اور پھر چند لمحے بعد وہاں کچھ بھی نہیں تھا۔

ایسے میں دروازے کی گھنٹی بجی۔ دروازہ کھولا گیا، باہر پولیس ہی پولیس موجود تھی اور عمارت کو چاروں طرف سے گھیرے میں لے چکی تھی۔ دروازہ کھلتے ہی ایک پولیس آفیسر آگے بڑھا، یہ اکرام تھا۔

''اس عمارت کے مالک کا نام کیا ہے۔''

''جے ہارڈی۔'' ملازم نے فوراً کہا۔

''انھیں بلاؤ۔''

''وہ ملک سے باہر گئے ہوئے ہیں۔ یہاں صرف ملازم رہتے ہیں، عمارت کی دیکھ بھال کے لیے۔''

''ہمارے پاس عمارت کی تلاشی کے وارنٹ ہیں، عمارت کو چاروں طرف سے گھیرا جا چکا ہے۔''

''آپ شوق سے تلاشی لے لیں۔'' ملازم مسکرایا۔

اس کی مسکراہٹ عجیب تھی۔ اکرام کو حیرت سی ہوئی۔ پھر وہ اپنے کچھ ماتحتوں کو ساتھ لے کر اندر داخل ہوا۔ اس نے غور سے ہر طرف کی تلاشی لی۔ ایک ایک کمرے کو دیکھا۔ چھت کا بھی جائزہ لیا، لیکن انسپکٹر جمشید وغیرہ کا کہیں کوئی نشان نظر نہ آیا۔ آخر میں اسے گاڑی کا خیال آیا۔ گاڑی صحن میں کھڑی تھی۔

''یہ گاڑی کس کی ہے، عمارت کا مالک تو ملک سے باہر ہے؟'' اس کے لہجے میں گہرا طنز تھا۔

''ان کے دوست کی۔ انھوں نے اپنے دوست کو یہاں گاڑی کھڑے کرنے کی اجازت دے رکھی ہے۔ وہ ابھی ابھی آئے تھے اور گاڑی کھڑی کر کے چلے گئے۔''

''خوب! ان کا نام پتا؟''

ملازم کے چہرے پر پہلی بار گھبراہٹ کے آثار نظر آئے، پھر اس نے سنبھل کر کہا۔

''ان کا نام رائے بہادر ہے، پتا میں نہیں جانتا۔ وہ صرف یہاں گاڑی کھڑی کرنے کے لیے آتے ہیں، جب ضرورت ہوتی ہے، گاڑی لے جاتے ہیں۔''

''ہوں اچھا!'' اکرام یہ کہہ کر مسکرایا پھر اس نے فنگر پرنٹ سیکشن انچارج کو اشارہ کیا۔

''اس گاڑی سے انگلیوں کے نشانات اٹھا لیے جائیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ اس میں کہیں محمود فاروق اور فرزانہ یاسر اور ان کے دوستوں کی انگلیوں کے نشانات تو نہیں ہیں۔''

''او کے سر۔''

جلد ہی نشانات اٹھا لیے گئے، لیکن پتا چلا، انگلیوں کے نشانات کو رگڑ رگڑ کر صاف کیا جا چکا ہے۔

''اس گاڑی میں انگلیوں کے نشانات تھے، وہ مٹا دیے گئے ہیں۔''

"اس سوال کا جواب تو رائے بہادر ہی دے سکتے ہیں جناب۔"

"اور ان کا پتا تمہیں معلوم نہیں، نہ فون نمبر معلوم ہوگا۔" اکرام نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"جی ہاں! بالکل یہی بات ہے۔"

"اچھی بات ہے۔ آؤ بھئی چلیں۔"

وہ باہر نکل آئے۔ اب اکرام نے حوالدار محمد حسین آزاد سے کہا:

"عجیب ترین بات یہ ہے کہ ان کی گاڑی اندر کہیں نظر نہیں آئی اور اگر وہ گاڑی سمیت اندر داخل نہیں ہوئے تو گاڑی باہر ہونی چاہیے تھی۔ لیکن باہر بھی نہیں ہے، آخر گاڑی کہاں چلی گئی۔"

"فون پر انھوں نے کیا کہا تھا سر۔" "سڑک کا نام اور عمارت کی تفصیل پروفیسر صاحب نے بہت جلدی میں سنائی تھی... اور یہ کہا تھا کہ ہم اندر داخل ہو رہے ہیں..."

"گاڑی سمیت؟"

"یہ الفاظ تو خیر انہوں نے نہیں کہے تھے۔"

"پھر... اب ہم کیا کریں.. کیا ہم ان ملازمین کو گرفتار کر سکتے ہیں، دفتر لے جا کر ان پر سختی کر سکتے ہیں۔"

"نہیں! ہم بلا کسی ثبوت کے ایسا نہیں کر سکتے۔"

"تب پھر ایک حل ہے، ہم اس کی نگرانی بدستور جاری رکھتے ہیں۔"

بلکہ رات کو ہم خفیہ طور پر عمارت کے اندر داخل ہوں گے اور سن گن لینے کی

کوشش کریں گے۔ ہو سکتا ہے اندر کوئی خفیہ تہ خانہ وغیرہ ہو۔" اکرام نے کہا۔

"ٹھیک سر۔"

ایسے میں اکرام کے کانوں میں ایک ہلکی سی آواز آئی۔ اس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے اس کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ اس نے محمد حسین آزاد سے کہا۔

"اب میں رہ نہیں سکتا... جو ہوگا دیکھا جائے گا، ان سب ملازمین کو گرفتار کرنا ہوگا... آؤ میرے ساتھ..."

اس نے ایک بار پھر دستک دی دروازہ اسی ملازم نے کھولا۔

"ہمیں ایک بار اور تلاشی لینا ہے۔"

اوکے اس نے کندھے اچکا دیے۔

وہ اندر داخل ہوئے،

"آپ اپنے باقی ساتھیوں کو بلا لیں۔"

"کیوں... خیر تو ہے۔"

"آپ لوگوں سے چند سوالات کریں گے۔"

"اچھی بات ہے۔"

اس نے اپنے ساتھیوں کو آوازیں دیں۔ جلد ہی چھ ملازم ان کے سامنے آ کھڑے ہوئے۔

"ہم آپ لوگوں کی تلاشی لینا چاہتے ہیں۔"

"کک... کیا مطلب؟" ان کے چہروں کے رنگ اڑ گئے۔

ساتھ ہی محمد اکرام کے ماتحت بلا کی تیزی سے اندر داخل ہوئے اور انہیں زد پر لے لیا۔

"یہ آپ لوگ کیا کر رہے ہیں۔ مسٹر جے ہاڈری انشارجہ کے بہت بڑے آدمی ہیں آپ کے ملک کی اینٹ سے اینٹ بج جائے گی۔"

"اللہ مالک ہے۔ آپ لوگ ہاتھ اوپر اٹھا دیں۔"

ان کے ہاتھ اوپر اٹھ گئے... چہرے پر ایک رنگ آ رہا تھا تو دوسرا جا رہا تھا۔ پھر ان کی تلاشی لی گی... اور چیزیں نکال کر ایک جگہ ڈھیر کی گئیں تھیں۔ حیرت اور خوف کے بادل ان کے چہروں پر چھا گئے۔

☆☆☆

یا اللہ تیرا شکر ہے

وہ ہوش میں آئے تو عجب منظر ان کے سامنے تھا۔ وہ ایک بہت بڑے ہال میں تھے۔ اس ہال میں چاروں طرف دروازے تھے، گویا ان دروازوں کے دوسری طرف بھی کمرے تھے۔ وہاں بے شمار لوگ کرسیوں اور میزوں پر اپنے کام میں مصروف تھے۔ کمپیوٹروں پر تیزی سے کام ہو رہا تھا، دوسرے آلات اور ایک دوسرے سے رابطے کے سلسلے میں بھی آلات کام کر رہے تھے۔ ایسے میں انہیں قدموں کی آواز سنائی دی۔ انہوں نے دیکھا، رضوان مسکراتا ہوا ان کی طرف آ رہا تھا۔

"تو آپ لوگ ہوش میں آ گئے۔"

"اور کیا کرتے... نہ آتے ہوش میں۔" فاروق نے برا سا منہ بنایا۔

"یہ... یہ سب کیا ہے؟" انسپکٹر جمشید کے لہجے میں حیرت تھی۔

"بلیک گولڈ تنظیم کا اس ملک میں ہیڈ کوارٹر۔"

"یا اللہ تیرا شکر ہے۔"

انسپکٹر جمشید کے منہ سے نکلا، رضوان اور خود ان کے ساتھیوں نے حیرت کے عالم میں ان کی طرف دیکھا۔

"یوں تو ابا جان! ہر لمحے اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے، لیکن اس وقت آپ کا یہ کہنا

سمجھ میں نہیں آیا۔"

"آخر کار میں وہاں پہنچ گیا... جہاں پہنچنے کے لیے اتنے پاپڑ بیلے۔"

"کیا مطلب" رضوان چونکا۔

"اسی وقت بھاری قدموں کی آواز سنائی دی، انہوں نے ڈاکٹر کاغان سومرو کو اپنی طرف آتے دیکھا۔

"کیا کہا انسپکٹر جمشید نے؟" اس نے بھی حیران ہو کر پوچھا۔

"یہ کہہ رہے ہیں، آخر کار میں وہاں پہنچ گیا، جہاں پہنچنے کے لیے اتنے پاپڑ بیلنے پڑے۔"

"یہ کیا بات ہوئی۔"

"آپ لوگوں کا خیال یہ ہے کہ آپ نے رضوان کے ذریعے ہمیں جال میں پھانسا ہے، جب کہ ایسا نہیں ہے، آپ لوگوں کو میں نے جال میں پھنسا ہے اور اس کا واضح ثبوت یہ ہے کہ جن فائلوں کو حاصل کرنے کے لیے آپ نے اتنا بڑا چکر چلایا، وہ اب تک حاصل نہ کر سکے۔ اب میری سنیں، یہ ڈرامہ آپ نے نہیں، میں نے شروع کیا تھا۔ دراصل مجھے اطلاعات ملی تھیں کہ بلیک گولڈ تنظیم نے ہمارے دارالحکومت اپنا خفیہ مرکز قائم کر لیا ہے میں نے اس کا سراغ لگانے کی بہت کوشش کی، لیکن لگ نہ سکا۔ تب میں نے یہ چکر چلایا، یعنی فائلوں کا۔ بہت خفیہ انداز میں یہ بات ایسے لوگوں تک پہنچائی گئی۔ بہت ہی اہم فائلیں انسپکٹر جمشید کے حوالے کی گئی ہیں۔ یہ وہ لوگ تھے جو ہیں تو ہمارے ملک کے، رہتے بھی ہیں ہمارے ملک میں، لیکن جڑیں بھی اسی کی کاٹ کر خوش

ہوتے ہیں دراصل یہ لوگ بیگال کے لیے کام کر رہے ہیں یا پھر انشارجہ اور برٹائن کے ہوتے ہیں۔ میرا مطلب جاپانیوں سے ہے۔ بس ان لوگوں کے خاص خاص کارکنوں نے یہ خبریں بلیک گولڈ تنظیم کے مقامی انچارج یعنی ڈاکٹر کاغان سومرو تک پہنچا دیں۔"

"جی کیا کہا.... مقامی انچارج... ڈاکٹر کاغان سومرو۔"

"ہاں یہ ہمارے ملک کی حد تک سب کچھ ہیں اس تنظیم کے۔"

"اور... اور مسٹر رضوان۔"

"رضوان کا نمبر ان کے بعد میں آتا ہے۔ خیر انھوں نے فوراً منصوبہ بندی کر لی۔ اس کے تحت یہ نیشنل پارک میں پہنچے اور کہانی کی ابتدا ہوئی۔

"اوہ... اوہ اور فائلیں۔" خان رحمان بولے۔

"ان لوگوں کو چھیڑنے سے پہلے ان فائلوں کی حفاظت کا واقعی وہی انتظام کیا گیا تھا جس کی تفصیلات سامنے آ چلی ہیں، کیونکہ میں جانتا تھا، یہ ہر حال میں ان کو حاصل کرنے کی کوشش کریں گے، لیکن الحمدللہ! یہ پہنچ نہیں سکے، جب کہ میرا منصوبہ ان کے ہیڈ کوارٹر تک پہنچنے کا تھا اور اللہ کا احسان ہے... ہم یہاں پہنچ گئے۔

"خوب خوب! ہم ان باتوں کو درست مان لیتے ہیں، لیکن آخر ہمیں کیا ہو گیا، آپ یہاں پہنچ گئے تو پھر ... آپ تو پھنس گئے، ہمارے قبضے میں ہیں۔"

"انسپکٹر جمشید اتنی کچی گولیاں نہیں کھیلے... ہاں پکی ضرور کھیلے ہیں۔" پروفیسر داؤد نے۔

"کیا مطلب؟"

"جب منصوبہ ہمارا تھا تو ہم انتظام کے بغیر کس طرح گھر سے چل سکتے تھے، لہذا چلتے وقت ایک ایک گولی اور ایک ایک چیونگم جیب میں ڈال کر چلے تھے... تا کہ آپ لوگ ان کو کوئی لفٹ نہ کرائیں اور یہ چیزیں ہماری جیبوں میں ہی رہ جائیں، چنانچہ یہ ہماری جیبوں میں ہی ہیں.... فرض کیا آپ ان کو نکال بھی لیتے... تب بھی ہم نے احتیاطاً ایک ایک گولی اور چیونگم خفیہ جیبوں میں بھی رکھ لیے تھے اور وہ بھی ہمارے پاس جوں کے توں موجود ہیں، لہذا ہم آپ کے نہیں، ہمارے قابو میں ہیں۔"

"وہ کیسے۔" ڈاکٹر کاغان ہنسا۔

"ایسے کہ اب تک اس عمارت کو فوج پوری طرح گھیرے میں لے چکی ہے۔ بلکہ اس کے ارد گرد بہت بڑے دائرے کی صورت میں فوج پوزیشن سنبھال چکی ہے۔ دوسرے ہمارے پاس جو یہ گولیاں اور ٹافیاں ہیں، یہ بھی آپ کی شکست کے پروانے ہیں... پروفیسر صاحب... ذرا انھیں نمونہ تو دکھا دیں۔"

"ضرور کیوں نہیں۔"

یہ کہہ کر انھوں نے ایک گولی اپنے سامنے والے دروازے پر کھینچ ماری، ایک دھماکہ ہوا اور دروازہ غائب ہو گیا۔

وہاں ہل چل مچ گئی۔ ساتھ ہی باقی ساتھیوں نے بھی اپنی گولیاں اور چیونگم ادھر ادھر کھینچ مارے۔ اور آخر میں پروفیسر صاحب نے ایک گولی چھت کے ایک طرف دے ماری۔ فوراً ہی چھت کا وہ کونا اڑ گیا... ملبہ بلیک گولڈ کے ان لوگوں پر گرا جو اس طرف موجود تھے۔

چیخ و پکار مچ گئی، اس وقت تک دھواں چاروں طرف پھیل چکا تھا اور وہ سب لوگ تڑاتڑ بے ہوش ہوتے چلے جا رہے تھے۔ ایسے میں اڑی ہوئی چھت سے اکرام کی آواز سنائی دی۔

"آپ لوگ خیریت سے تو ہیں۔"

"شکر ہے، آپ کی آواز تو سنائی دی... سیڑھی لٹکائیں تا کہ ہم اوپر آ جائیں۔"

"تم پر شاعری کا بھوت تو سوار نہیں ہو گیا۔" محمود نے اسے گھورا۔

"شاعری کا بھوت ارے باپ رے، کس خوفناک چیز کا نام لے دیا۔" پروفیسر داؤد نے بوکھلا کر کہا اور ان کے ہاتھ سے آخری گولی بھی نکل کر سامنے والے دروازے پر جا لگی۔ انھوں نے اس دروازے کو بھی اڑتے دیکھا۔

چند منٹ بعد وہ اوپر جا رہے تھے، ڈاکٹر اور رضوان وغیرہ لمبے لیٹے نظر آ رہے تھے... اوپر پہنچے تو اکرام کے ہاتھوں میں بلیک گولڈ کی وہ زنجیریں تھیں جن کو وہ پہچاننے کے لیے اپنے پاس رکھتے تھے اور یہ ان ملازمین کی جیبوں سے نکلی تھیں، چنانچہ اکرام نے فوراً آئی جی صاحب کو اطلاع دی تھی، جب کہ اس طرف سے اسے بتایا گیا تھا کہ پروگرام کے عین مطابق اس عمارت کو فوج پہلے ہی اپنے گھیرے میں لے چکی ہے...

"باقی لوگ جونہی مبارک باد دینے کے لیے ان کی طرف لپکے.... پروفیسر داؤد گھبرا کر بولے:

"فاروق سے بچ کر رہیے گا... اس پر شاعری کا بھوت سوار ہو چکا ہے۔"

اور وہ مسکرانے لگے۔

☆☆☆☆☆

اشتیاق احمد کے معرکتہ الآرا قلم سے تخلیق پانے والے زندہ و تابندہ کردار

ایمانداری، شجاعت اور کارکردگی میں لاثانی، نہ صرف اپنے محکمے بلکہ اپنی قوم کیلئے بھی قابلِ فخر افسر۔

انسپکٹر جمشید کا بڑا بیٹا، ہونہار و ذہین، خطرے اور جرم کی قبل از وقت بُو سونگھنے کی خداداد صلاحیت رکھنے والا۔

بظاہر مزاحیہ مگر بلا کا شاطر، درختوں اور دیواروں پر چڑھنے میں قدرتی طور پر پھُرتیلا۔

انسپکٹر جمشید کی اکلوتی بیٹی، ذہانت اور معاملہ فہمی میں اپنے دونوں بھائیوں سے بھی دو ہاتھ آگے، قوتِ سماعت قدرتی طور پر عام انسانوں سے کہیں تیز۔

اگر آپ **انسپکٹر جمشید سیریز** کے مستقل قاری ہیں

تو آپ اِن کرداروں سے یقیناً نہ صرف واقف ہوں گے بلکہ ان کے مداح بھی ہونگے اور اگر آپ ان سے واقف نہیں تو یقیناً آپ ایک غیر ولولہ انگیز زندگی گذار رہے ہیں۔

- ایک سازش جو جلیبی سے شروع ہوئی!!
- محمود، فاروق، فرزانہ کے ڈرائنگ روم میں ایک شخص انسپکٹر جمشید کا منتظر تھا!!
- پھر انسپکٹر جمشید بھی اسی شخص کو لے کر گھر میں داخل ہوتے ہیں!!
- بلیک گولڈ تنظیم کا انتقام؟؟
- دروازہ کھولتے ہی محمود پر مصیبتوں کا پہاڑ ٹوٹ پڑا!! تیسرا ہمشکل؟؟
- محمود، فاروق، فرزانہ، اور انسپکٹر جمشید کے قانونی قتل کا انوکھا منصوبہ!

اپنے قریبی بکسٹال سے طلب کریں
یا پھر اخبار والے سے کہہ دیں کہ 31 اگست کی صبح اخبار کے ساتھ ڈال جائے

سول ایجنٹ:

سول ایجنٹ برائے کراچی: ... فون 7723966

اٹلانٹس پبلیکیشنز D-63 سائٹ، کراچی فون نمبر 2576273 - 2581720 موبائل 0320-5023398